خطاب حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب رح — ۶-۷-۱۹۶۹ء ٹیکسلا

فرمایا ہم نہ کمیونسٹ ہیں اور نہ سوشلسٹ، ہم صرف اور صرف اسلام کا نظام چاہتے ہیں۔ ہمارے خلاف یہ پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ جمعیت علمائے اسلام سوشلسٹ ہوگئی ہے۔ ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ انتخابات کے موقع پر جو بھی سوشلزم کے نام پر امیدوار ہوگا، ہم اس کی مخالفت کریں گے۔ لیکن ہم ابھی صرف متوقع خطرہ کی وجہ سے سوشلزم، سوشلزم کی رٹ لگا کر امریکی سامراج کے ہاتھ مضبوط نہیں کرنا چاہتے۔

آج جو خطرہ اسلام کو درپیش ہے، مشرق وسطیٰ میں، ایک بار پھر جنگ کے بادل چھائے ہوئے ہیں، اسرائیل عرب ممالک کے خلاف پروپیگنڈے اور وہاں کے حالات سے توجہ ہٹانے کیلئے، سوشلزم، سوشلزم کی رٹ لگا رہا ہے۔ وہ لوگ جنہوں نے گذشتہ عرب، اسرائیل جنگ میں، یہودیوں کی فتح پر گھی کے چراغ جلائے تھے، وہ آج پھر، جب کہ عربوں پر حملہ ہونے والا ہے، عربوں کے خلاف پروپیگنڈے کی مہم تیز کئے ہوئے ہیں، عراقی وزیر خارجہ کی تردید کے باوجود، عراق کے خلاف پروپیگنڈہ جاری ہے۔ افغانستان سے آیا ہوا امریکی ایجنٹ "ساطع الحصری" جگہ جگہ پھر کر عربوں پر کفر کے فتوے لگا رہا ہے

انہی امریکی ایجنٹوں نے گذشتہ عرب اسرائیل جنگ میں عربوں کے محبوب رہنما، ناصر کے خلاف مختلف الزامات کی تشہیر کی۔ بعض نے یہاں تک لکھا تھا کہ ناصر یہودی ایجنٹ ہے۔ اس نے "اخوان المسلمین" کے ۵۰ ہزار آدمیوں کو قتل کرایا، حتیٰ کہ اخبارات میں یہاں تک لکھا گیا کہ ناصر نے "فرعون" کے مجسمے کے نیچے قرآن پاک رکھوایا ہے۔

میں نے دو دفعہ مصر کا دورہ کیا، لیکن وہاں ہم نے کوئی ایسی بات نہیں سنی۔ یہاں ناصر کو کافر کہا جاتا ہے، اس کے خلاف فتوے چھپوا کر عرب فوجوں میں تقسیم کئے گئے، حالانکہ مصر کی گورنمنٹ اسلامی اصولوں میں یہاں تک محتاط ہے کہ حضورؐ کے نام کے ساتھ "صلعم" کا لفظ لکھنے کی ممانعت ہے، کیونکہ اس طرح حضورؐ کی توہین ہوتی ہے۔ وہاں مرزائیت کو خلاف قانون قرار دیا گیا ہے۔ "کمیونزم" جسے عربی میں "شیوعیت" کہا جاتا ہے، خلاف قانون ہے۔ کیا دنیا کے کسی اور ملک میں ایسی مثال پیش کی جا سکتی ہے۔ جہاں یہ چیزیں خلاف قانون ہوں۔ یہ سوچنے کی بات ہے کہ باوجود ان چیزوں کے، ان کے خلاف کیوں پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے؟ ناصر کو کیوں بدنام کیا جاتا ہے۔ میں تو اسے "مرد مجاہد" کہتا ہوں، جو آج بھی مسلمانی غیرت کا ثبوت دیتے ہوئے ڈٹا ہوا ہے۔

اگر آج ناصر یہودیوں سے مصالحانہ گفتگو کرے، تو وہ سارے علاقے خالی کر دیں۔ لیکن اس نے صاف اعلان کیا ہے کہ ایک انچ علاقہ بھی یہودیوں کے پاس نہیں رہنے دے گا اور سب سے پہلے "مسجد اقصیٰ" کو آزاد کرایا جائیگا۔ اگر خدانخواستہ آج عرب شکست کھا گئے، تو اسلام مٹ جائیگا۔ یہودی مکہ اور مدینہ پر قبضہ کے خواب دیکھ رہے ہیں اور کچھ لوگ عربوں کو کافر ثابت کر کے، ان کے خلاف پروپیگنڈہ کر کے، یہودیوں کے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں۔ اور ساتھ ہی ساتھ، اسلام کا دعویٰ بھی کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو مسلمان کہلاتے ہوئے شرم آنی چاہیے۔

قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے الٓمٓ غلبت الروم فی ادنی الارض و هم من بعد غلبهم سیغلبون فی بضع سنین لله الامر من قبل و من بعد و یومئذ یفرح المومنون بنصر الله۔ رومیوں اور ایرانیوں کی جنگ ہوئی اور رومی مغلوب ہوگئے قریبی ملک میں، لیکن وہ عنقریب غالب آئیں گے چند سالوں کے اندر اندر اور اس دن، مسلمان خدا کی امداد پر خوش ہونگے۔

مولانا ہزاروی

یہاں یہ سوچنا ہے کہ دونوں کافر تھے، لیکن فدا مسلمانوں کو جو شکست کا صدمہ ہے ہیں تو اگر خدانخواستہ عرب کافر بھی ہو جائیں، پھر بھی ہمیں اُن سے قریبی تعلق کی وجہ سے یہودیوں کی فتح پر خوشی نہیں منانی چاہیے۔ ہمیں عربوں کی فتح کی دعا کرنی چاہیے اور انکی پوری پوری مدد کرنی چاہیے۔ مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ اس دفعہ عرب فاتح ہوں گے اور یہودی ذلیل و خوار ہوں گے۔

مودودی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک طرف اسلام اسلام کی رٹ لگاتے ہیں تو دوسری طرف حضورؐ کے صحابہؓ پر زبان طعن دراز کرتے ہیں۔ خانہ کعبہ کے مجاوروں کو بندر کے پنڈتوں سے تشبیہ دیتے ہیں۔ حضورؐ کی ازواج مطہرات کے متعلق اپنی زبان دراز کرتے ہیں۔ مجھے کہا جاتا ہے کہ مودودی صاحب کی بیوی اور بیٹیوں کا نام کیوں لیتے ہو؟ اُن کے ٹیڈی لباس پہننے اور کالج میں پڑھ جانے پر اعتراض کیوں کرتے ہو؟ اگر مجھے مودودی صاحب کی بیوی کا نام لینے کا حق نہیں تو اُسے حضورؐ کی پاکدامن بیویوں کا، جو تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں، کا نام لینے کی اجازت کس نے دی ہے؟ مجھ سے پیغمبروں اور صحابہؓ کی شان میں کی ہوئی گستاخیاں برداشت نہیں ہو سکتیں

حضرت معاویہؓ جن کے متعلق حضورؐ نے فرمایا اللھم اجعل معاویۃ ھادیا و مھدیا، کے بارے میں مودودی صاحب نے لکھا ہے کہ انہوں نے احکام خداوندی و سنت رسول اللہؐ کی صریح خلاف ورزی کی ہے۔ تو ثابت کر دیا حضورؐ کی دعا مستجاب ہوئی تھی یا مردود؟ میں تو کہتا ہوں جو حضورؐ کی دعا کو قبول نہ سمجھے وہ خود مردود ہے۔ میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ جو صحابہؓ کی مخالفت کریگا اُسے خدا کتے کی طرح ذلیل کریگا۔ حضرت عثمانؓ جن سے حضورؐ بھی شرماتے تھے، خدا کے فرشتے بھی شرماتے ہیں، اُن پر الزام تراشتے ہوئے مودودی نہیں شرمایا۔

جمعیت نے مزدوروں کے ساتھ اتحاد کیا ہے تو ہم پر الزام لگایا گیا کہ یہ سوشلسٹ ہیں۔ سنو! اگر آج مزدوروں کو اسلام کے مطابق حقوق نہ دلوائے گئے تو کمیونزم لانے کی ذمہ داری سب علماء پر عائد ہوگی۔ ہم تو انہیں کمیونزم کی گود میں جانے سے روک رہے ہیں۔ ہم غریبوں کو بتانا ہے کہ اسلام ایک مکمل مذہب ہے، اس میں یہ مسئلہ موجود ہے مزدوروں کے حقوق کا۔ تم غریبوں کو گلے لگاؤ، ان کو اُن کے شرعی حقوق دلواؤ۔ ہم خلاف شرع حقوق کا مطالبہ نہیں کرتے۔

فقہ اسلامی کے مطابق مزدوروں کو حقوق دیدو، ان کے ساتھ انصاف کرو ورنہ یاد رکھو کہ اگر اُنکو اسی طرح پیسا گیا تو وہ کمیونسٹ ہو جائیں گے، خانہ جنگی شروع ہو جائیگی۔ اس طوفان کو نہ آنے دو۔ صحیح اسلام کے اصولوں پر چلو، اسلام کے مطابق آئین کا نفاذ کرو، جس میں مزدوروں، کسانوں اور غریبوں کیلئے حقوق موجود ہوں، تب یہ سیلاب رکے گا۔ اس طوفان کا مقابلہ صرف سچے اسلام سے ہو سکتا ہے۔ آج اگر اسلام کے نام پر متفق ہو جائیں تو آپس کی سر پھٹول ختم ہو جائیگی۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ سب زبانی اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اقتدار مل جائے تو اسلام کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔

اسلامی مساوات کے متعلق فرمایا۔ حضرت عمرؓ کے دور میں جب مسلمانوں کی فتوحات کا راز معلوم کرنے کیلئے قیصر روم نے مدینہ منورہ میں سفیر بھیجا، تو کچے مکانات دیکھ کر حیران رہ گیا۔ لوگوں سے پوچھا کیا یہی مدینۃ النبیؐ ہے۔ لوگوں نے جواب دیا یہی ہے۔ پھر اُس نے پوچھا امیر المومنین کا محل کونسا ہے؟ تو لوگوں نے جواب دیا کہ کوئی محل وغیرہ نہیں بلکہ وہ تو ہمارے ساتھ کچے مکانوں میں رہتے ہیں۔ پھر پوچھا کہ اس وقت وہ کہاں ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا جنگل میں ہوں گے۔ جب وہ جنگل میں گیا

تو دیکھا کہ امیر المومنین بازو کا تکیہ بنائے ہوئے ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے ہیں' تو اس سفیر کی حیرت کی انتہاء نہ رہی' کہ وہ شخص جس سے تمام سلاطینِ عالم کانپتے ہیں' اس حالت میں سویا ہوا ہے

تم کہاں کمیونزم اور سوشلزم میں مساوات لینے جا رہے ہو۔ کیا کوئی دنیا کا شخص ایسی مساوات کی مثال پیش کر سکتا ہے؟ اسلام سے بہتر کوئی قانون اور نظامِ زندگی نہیں۔ اسے اپناؤ تو سبھی فتح تمہارے قدم چومے گی۔ اس دور میں رعایا کو عام اجازت تھی کہ وہ کسی بھی گورنر کیخلاف' اگر کوئی شکایت ہو' تو امیر المومنین کو اطلاع دیں۔

ایک دفعہ حج کے موقع پر' بصرہ کے گورنر کیخلاف شکایت کی گئی' کہ وہ جمعہ کی نماز میں دیر سے آتے ہیں اور دفتری کام کیلئے بھی دیر سے آتے ہیں۔ جب اس گورنر سے جواب طلبی کی گئی تو انہوں نے جواب دیا کہ واقعی یہ اعتراضات درست ہیں' لیکن وجہ یہ ہے کہ دفتری اوقات میں دیر اسلئے ہوتی ہے کہ گھر میں صرف میں اور میری بیوی ہیں' کوئی نوکر یا باندی نہیں۔ میں صبح چولہا جلاتا ہوں اور میری بیوی روٹی پکاتی ہے' اسلئے دیر سے فارغ ہو کر آتا ہوں اور جمعہ کی نماز میں اسلئے دیر سے آتا ہوں کہ ہمارے پاس صرف ایک کپڑا ہے' پہلے میری بیوی نماز پڑھتی ہے' جب وہ فارغ ہوتی ہے' تو پھر میں وہی چادر لے کر جمعہ کو آتا ہوں۔

کیا دنیا میں کوئی ایسی مثال پیش کی جا سکتی ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ اسلام کے سوا کوئی دوسرا مذہب یہ مثال پیش نہیں کر سکتا۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں' جب کوفہ کے گورنر پر شراب نوشی کا الزام لگایا گیا اور دو گواہوں نے گواہی دیدی تو حضرت عثمانؓ نے یہ جانتے ہوئے کہ الزام غلط ہے' شرعی نقطہ نگاہ سے گواہوں کے بیان پر حد جاری کر دی اور اس گورنر کو چالیس درّے لگوائے۔ کیا اس مساوات کی کوئی اور مثال ہو سکتی ہے۔ کیا اس اسلام کے مقابلہ میں کوئی اور "ازم" آ سکتا ہے۔

جب اسلام پر ایک ہزار سال تک عمل ہوتا رہا' تو مسلمان دنیا میں کامیاب اور سرفراز تھے۔ خلافتِ راشدہ تو پوری کی پوری منہاجِ نبوت پر تھی۔ اسکے بعد بھی' باوجود خانہ جنگیوں اور دیگر عیوب کے' جب تک مسلمانوں کا مقصد اسلام رہا' قرآن کا قانون نافذ رہا' وہ قانون جو خود اللہ تعالیٰ نے' اپنے بندوں کیلئے بنا کر بھیجا اور ایسی کتاب بھیجی' جو کہ زندگی کے ہر شعبہ میں مکمل رہنمائی کرتی ہے اور اسکی پیروی سے انسان امن و امان اور صداقت کے راستوں تک پہنچ جاتا ہے' مسلمان دنیا پر حکومت کرتے رہے

آج بھی اگر اسلام کو چھوڑ کر' دیگر امن و امان کے راستوں کو ڈھونڈا گیا' تو یہ سراسر گمراہی ہوگی۔ اسلام کے بغیر امن کبھی نہیں ملے گا' اسلئے کہ ایک انسان' دوسرے انسان کیلئے' مفید قانون نہیں بنا سکتا۔ جب ہندوستان پر انگریز کی حکومت تھی' تو انہوں نے کالوں کیلئے کیسے ظالمانہ قوانین بنائے تھے۔ اگر کوئی گورا کسی کے ہاتھوں قتل ہو جاتا' تو اس کے بدلے میں کتنے ہی کالوں کو پھانسی دیدی جاتی۔ گوروں' کالوں کے جیل خانے الگ تھے' حتیٰ کہ ٹرین کے ڈبے بھی الگ الگ تھے۔

آج بھی' وہی گورے' کالے کا فرق' انگریزوں میں موجود ہے اور کالے آج بھی اپنے حقوق کیلئے لڑ رہے ہیں' اسکے مقابلے میں' جو قانون خدا نے بنایا ہے' وہ دنیا کے سب انسانوں کیلئے برابر ہے۔ وہ قانون دنیا کو امن و راستی کی طرف لے جاتا ہے' جبکہ دوسرے تمام قانون' شر و فساد اور جنگ کی [illegible] کی طرف لے کر جاتے ہیں۔

اسی قرآن کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوکر، مسلمانوں نے پہلے بھی کامیابی حاصل کی ہے اور آج بھی کامیابی کا ایک اور صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ خدا کا قانون ہے۔ صدر یحییٰ خان نے اعلان کرکے یہ ذمہ داری اپنے اوپر لے لی ہے کہ پاکستان اور اسلام کے خلاف کوئی بات نہیں سنی جائیگی۔ میں اُن سے مطالبہ کرتا ہوں کہ 31 علماء کے پیش کردہ 22 نکات پر عمل کا فوری طور پر اعلان کریں اور جلد انتخابات کرائیں۔

اسلامی حکومت اور جمہوریت کا فرق یہ ہے کہ اسلامی حکومت سے مراد، خدا کے بندوں پر، خدا کے قانون کے مطابق، خدا کے بندے حکومت کریں گے اور جمہوریت یہ کہ لوگوں کی حکومت لوگوں پر، لوگوں کے قانون کے ذریعے، اکثریت کے بل بوتے پر۔

اس جمہوریت کی مثال یہ ہے کہ اس کی بدولت اسمبلی نے، اکثریت کی وجہ سے ایک قانون پاس کیا، جس میں مردوں سے مردوں کی شادی کو جائز قرار دیا گیا۔ وہ ذلیل فعل، جسے دنیا کی ہر قوم معیوب سمجھتی ہے، اس کو اکثریت کی بدولت جائز کر دیا گیا۔ ہم ایسی جمہوریت پر لعنت بھیجتے ہیں۔

حکمرانوں سے مطالبہ ہے کہ قرآن و حدیث کے احکام کو بغیر ووٹنگ کے نافذ کیا جائے۔ اگر کوئی بھی قانون قرآن کے خلاف ملک میں نافذ کیا گیا، تو جمعیت اُس کو نہیں مانے گی۔ ہم صاف کہتے ہیں کہ ہم قرآن کے قانون کیلئے لڑ رہے ہیں، شریعتِ بیضا کے نفاذ کیلئے لڑ رہے ہیں اور انشاءاللہ اسی مقصد کیلئے لڑتے رہیں گے

1/1

خطاب امام اہلسنت علامہ سید نور الحسن شاہ بخاری صاحب یکم اکتوبر ۱۹۶۷ء نیلہ

محترم علمائے کرام و عزیز حاضرین!

صحابہ کرامؓ کے ایمان پر بحث نہیں کی جا سکتی، کیونکہ صحابی کی تعریف یہ ہے کہ جس نے ایمان کی حالت میں حضورؐ کی صحبت اختیار کی ہو اور وفات تک ایمان پر قائم رہے۔ جب نبی دنیا میں موجود نہیں ہوگا تو صحابی بننا بھی ختم ہو جائے گا۔

صحابیت عطائی منصب تھا، اللہ پاک جیسے نبیوں کو چنتے تھے، اسی طرح صحابیوں کو بھی چنا کرتے تھے۔ جس کو نبی بنایا، انسانیت میں سے چن کر بنایا، اور جسے نبی کا صحابی بنایا، اسے بھی چن کر بنایا۔

نبی سے نسب کے تعلق کی کوئی قیمت نہیں ہے، البتہ ایمانی اور روحانی تعلق کی قیمت ہے۔ نوحؑ کے بیٹے، ابراہیمؑ کے بھائی اور حضورؐ کے کافر چچا کی کوئی قیمت نہیں۔ لیکن جو نسبی تعلق کے ساتھ ساتھ، صحابی بھی ہیں، آل بھی ہیں ایمان کے ساتھ، ان کی بہت قیمت ہے۔ صرف رشتہ کی نہیں، ایمانی رشتہ کی قیمت ہوتی ہے۔ نبی کا بیٹا، باپ، چچا صحابی بن کر شان پائے گا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ خسر بھی ہیں، خادم بھی ہیں، حضرت علیؓ چچازاد بھی ہیں، خادم بھی ہیں، حضرت حسینؑ نواسے بھی ہیں، خادم بھی ہیں۔ یہ سب نورٌ علیٰ نور ہیں۔ اسی طرح حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عباسؓ، حضرت حمزہؓ وغیرہ۔

آج عجیب حال ہے۔ ہم مکتب سنگھ کا چھپا ہوا قرآن، ایک مراثی سے پڑھ کر مجتہد اعظم اور مفکر اسلام نہیں الدوالی شخصیت بن جاتے ہیں اور جنہوں نے "نبیؐ" کی زبان سے سن کر پڑھا، جن کے سامنے قرآن اترا، ان پر تنقید ہے کہ میں اعلیٰ ہوں، اگرچہ پتہ کھو کھلا ہو، تنے کی جڑ گندی نالی میں ہو، اور اعلیٰ بن کر ٹیک پڑے ہے جب کہ خود جاہل ہو۔

صحابہ کرامؓ کی شان، کوئی احمق کیا جانے گا، یہ شان خود خدا جانے، نبی جانے اور ولی جانے گا، امام جانے گا، عالم جانے گا۔ امام اعظمؒ فرماتے ہیں، اگر صحابہ کرامؓ کے متعلق، کوئی غلط بولتا تو اس کی زبان کھینچ لوں گا۔ لا تذکروا الصحابۃ الا بالخیر۔

خطاب قائدِ اہلِ سنت علامہ سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری - ۹ اکتوبر ۱۹۶۷ء راولپنڈی

صدرِ گرامی قدر، حاضرینِ جلسہ، نوجوانانِ عزیز!

میری گذارشات کا مرکزی موضوع "شانِ رسالت" ہوگا اور اسی ضمن میں توحید، شانِ رسالت، شانِ صحابہؓ اور حقیقتِ قرآن۔ اوپر جائیں گے تو خدا کی شان، نیچے جائیں گے تو صحابہ کرامؓ کی شان۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کسی نے پوچھا تھا، حضورؐ کی شان کے بارے میں، تو فرمایا تھا تم نے قرآن نہیں پڑھا تھا، کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن۔ عقیدہ یہ ہے ان کا کہ حضورؐ کریم اور اللہ کی کلام ایک حقیقت ہے، قرآن ایک ہے، عنوان دو ہیں۔ وہ حقیقت علم کی صورت میں قرآن کہلاتی ہے اور عمل کی صورت میں مصطفیٰؐ کہلاتی۔ قرآن متن ہے، حضورؐ شرح ہیں۔

قرآن مجید حضورؐ کی ۳۰ سالہ حیات کی علمی سند ہے اور آپؐ کی زندگی قرآن کی عملی تفسیر ہے۔ جس نے قرآن کو سمجھنا ہے، اُسے حضورؐ کے قدموں میں آنا پڑے گا، علم کے زور سے قرآن نہیں سمجھ سکو گے۔ حضورؐ قرآن سے سمجھے جائیں گے اور قرآن کو صحیح طور پر سمجھنا ہے، تو حضورؐ کی زندگی اور تعلیمات کو دیکھنا ہوگا۔

قرآن کیا ہے؟ ظاہر قرآن قرآن کیا ہے، باطناً کیا ہے۔ ہر چیز کا ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن ہوتا ہے۔ قرآن کا بھی ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔ آج کہنے والے کہتے ہیں، کہ بس قرآن کافی ہے، حضورؐ کی حدیث کی کوئی ضرورت نہیں۔

قرآن کا ظاہر، الفاظ، آیات، حروف ہیں، ظاہر نہ ہو تو حقیقت نہیں مل سکتی۔ آج فتنوں کا زمانہ ہے، لوگ کہتے ہیں کہ قربانی کیوں کرتے ہو؟ ہمارے جیبوں میں پیسے ڈالو، قومی کاموں پر خرچ کرو۔ وہ قربانی کے ظاہر کو دیکھتے ہیں، باطن کو نہیں۔ ظاہر بھی ضروری ہوتا ہے۔ پھول کی پتی پہلے ہوگی، عطر بعد میں ملے گا۔ مالٹے کا چھلکا پہلے ہوگا، جوس بعد میں ملے گا، اسی طرح قربانی کا جانور پہلے ہوگا، اتقاء بعد میں حاصل ہوگا۔ قربانی کے دنوں میں دس روپے قربانی پر خرچ کرنا، دوسرے کاموں میں دس لاکھ خرچ کرنے سے اجر میں زیادہ ہوگا۔

بعض کہتے ہیں، اب تو پاکستان میں سب مسلمان ہیں، پردہ کی کیا ضرورت ہے؟ دل کا پردہ کافی ہے۔ اُن کو سمجھایا جائے کہ آنکھ کا پردہ ظاہر ہے، یہ پہلے ہوگا، تو دل میں پردہ ہوگا۔ نظر پاک ہو، تو دل پاکباز ہوتا ہے۔ دل تب پاک ہوگا، جب نگاہ پاک ہوگی۔ پہلے ظاہر کا اہتمام کرو، پھر حقیقت آئے گی۔

ظاہر ہے تلاوتِ قرآن، حقیقتِ قرآن کیا ہے، کہ ان الفاظِ قرآنی میں ارشادِ ربانی کیا ہے؟ اِن ظاہر الفاظ سے اللہ تعالیٰ کیا چاہتے ہیں؟ اگر زبانی کہتے رہو پانی لاؤ، پانی لاؤ۔ لاکھ بار کہنے سے بھی پیاس نہ بجھے گی، حقیقت تب ہوگی جب پانی پیٹ میں جائیگا۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ اِن الفاظ سے چاہتے ہیں، وہی اُن کے حبیبؐ کرکے دکھاتے ہیں۔

یہ نبیؐ کی سنت اور عمل ہے "حقیقت"، یہ قرآن کا جوہر ہوتا ہے۔ نبیؐ کا کردار، حیات، سیرت، حقیقت میں قرآن کا جوہر اور روح ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہر کتاب کے ساتھ ایک نبی بھیجا، تاکہ میری مراد، نبی اپنے عمل سے پیش کرے۔ دراصل "دین" نبی کا کردار ہوتا ہے، جس نے دین لینا ہے، نبی سے لینا ہے۔ جب تک نبی کو نہ لے گا، قرآن نہیں لے سکے گا، دین نہیں ملے گا۔

اگر اللہ کی کتاب کافی ہوتی تو انبیاءؑ کو مبعوث کرکے ان کو تکالیف دینے کی کیا ضرورت تھی۔ کتاب تو ایک بھی ایسی نہیں دکھائی جا سکتی جس کے ساتھ نبی نہ آیا ہو، جبکہ نبی ہزاروں ہیں جن کے ساتھ کتاب نہیں آئی، یہی کتابوں کی تمہید۔ نتیجہ یہ ہے کہ نبی ہی ہدایت کا مرکزی نقطہ ہوتا ہے۔ یعنی نبی کے بغیر ہدایت نہیں مل سکتی۔ جب تک نبی کی سنت قرآن کی پشت پر نہ ہو، قرآن ہدایت نہیں بن سکتا۔

صرف قرآن تو یہودی یہ کہتا کہ نقل ہے کہتا ہے اور جب نبی ساتھ ہوگا تو تحریف نہیں ہوگا۔ کوئی شخص کسی نبی پر رد و کد نہیں کرسکتا ہے تو نہیں چل سکتا۔ اور اگر آخری نبی کے عقدوں پر ہونے کا کہو تو تقریبات سے ہو گئے۔ ان کے بارے میں جنہوں نے نبیؐ کی زندگی کی تفصیلات محفوظ کیں، خدا نے ان کو بھی محفوظ رکھا۔ تین چار سنتیں تو صرف پانی پینے میں ہیں۔ قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

پہلے نبیوں کی تو بنیادی باتیں محفوظ نہ رہیں، حتیٰ کہ نام تک سب کے محفوظ نہیں۔ "اسماء الرجال" کا علم اسی امت کے پاس ہے۔ صحابہ کرامؓ نے حضورؐ کی اداؤں کو محفوظ رکھا۔ خدا نے ان کو "تقویٰ دوام" عطا فرمایا۔ "اسماء الرجال" کے علم کے ذریعے مسلمانوں تک حضورؐ کی ادائیں اور کردار پہنچا۔ پہنچانے والوں کی زندگیوں کے حالات پہنچے۔

اللہ نے قرآن کو محفوظ رکھا۔ قرآن کے حافظ سو، دو سو، تو حدیثوں کے ہزاروں۔ جو کوئی ایک سنت پر عمل کرتا ہے، غسل، وضو، صاف کپڑے، دانتوں کی صفائی، جوتا پہننے کا طریقہ، پانی سنت کے مطابق پینا، بیٹھ کر کھانا، جس جس عمل کو سنت کے مطابق کرتا ہے، وہ حدیث اور سنت کا حافظ ہے۔

صحیح انسانیت حضورؐ کی عبدی کا صدقہ ہے۔ انسانیت حضورؐ کے عقدوں سے وابستہ ہونے کا نام ہے۔ حضورؐ کے فرمان کی اہمیت اور نبوت کی تعلیمات، ہدایت کے مینار ہیں۔ ہدایت کی بنیاد نبوت ہے۔ کتاب کے بغیر ہدایت مل سکتی ہے، لیکن نبوت کے بغیر ناممکن ہے۔ قرآن جب آقا کی اداؤں میں ڈھل گیا، تب ہدایت ہوئی۔

نفس کے بندے کیوں کہتے ہیں کہ حدیث نہ ہو۔ یہ بندگانِ خدا نبی کا مقام نہیں سمجھے، یہ قرآن کو کھیل بنانا چاہتے ہیں نفس و ہوا کا۔ قرآن کھیل نہیں بن سکتا، جب تک اس کی پشت پر نبوت ہے۔ نبوت کی سیرت و سنت سے کوئی "محمد" اپنے نفس کیلئے تسلی کا سامان نہیں بنا سکتا اسلئے وہ کہتے ہیں کہ پشت پر نبوت، سیرت و سنت نہ ہو۔ اور ہم اپنا مقصد پورا کر سکیں۔

قرآن تب تک قرآن ہے، جب تک پشت پر نبوت ہے اور صحابہؓ کو نبیؐ سے جدا کر دو، تو پھر کیا بچے گا۔ نبیؐ درحقیقت قرآن مجسم ہے۔ ایک قرآن سبز گنبد میں آرام کر رہا ہے اور ایک قرآن ہمارے بچوں کے سینے میں ہے۔ نبی کو نظرانداز کرکے دین کو حاصل کرنے کا دعویٰ جہالت ہے۔

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کے متعلق حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب فرماتے ہیں کہ اکیلے گھر میں بیٹھے تھے کہ اطلاع ملی، کوئی آدمی باہر انتظار میں ہے۔ ابا جان نے کہا جا کر دیکھو۔ میں باہر جا رہا تھا، تو میری بہن واپس آ رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ باہر کوئی اور آدمی تو نہیں، ایک فرشتہ بیٹھا ہے۔ میں نے جا کر دیکھا تو وہ علامہ انور شاہ کشمیری تھے۔ واقعی ان کا چہرہ نور مجسم تھا اور ان کا دیدار ہماری نجات کا ذریعہ تھا۔ جس طرح کردار عظمت کا آئینہ دار ہوتا ہے، گفتار بھی، اطوار بھی۔

حضرت مدنیؒ نے فرمایا ہے کہ صحابہؓ کے خلاف فرض کرو، اگر کوئی صحیح حدیث ایسی موجود ہے تو اس کی تاویل کی جائیگی۔ صحابہؓ کو مجروح نہیں کیا جائیگا۔ حضرت تھانویؒ گاڑی میں سفر کر رہے تھے، کسی نے از راہ مذاق پوچھا کہ آپ لوگ کہتے ہیں جس گھر میں کتا ہو

وہاں فرشتے نہیں آتے، تو میں عزرائیلؑ سے بچ جاؤنگا، اسلئے کہ حیرے ساتھ ہر وقت کتا ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا بھائی! کیا فکر کرتے ہو جو فرشتہ کتے کی جان نکالنے آئیگا، وہ تمہاری جان بھی نکال لے گا۔

مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ امرتسری، جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی تھے، ان کے پاس لاہور کی کچھ شریف زادیاں آگئیں، اُن میں سے بڑی نے کہا کہ میری جان عذاب میں ہے۔ کوئی تدبیر بتائیں کہ جب تک خاوند طلاق نہ دے میں کیا کروں۔ اُن کے بار بار اصرار پر فرمایا، ہمارا کام حضورؐ کی شریعت بتانا ہے، بنانا نہیں۔

میں عرض کروں کہ ہم جو جارکار ہے ہیں، اسلئے ہے کہ ہم حضورؐ کی شریعت بتاتے ہیں، بناتے نہیں۔ لوگ چاہتے ہیں بنائیں۔ تو حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے ایک دفعہ درس میں عزیزوں سے فرمایا تم چاہو اور آمین بالجہر رکوادو، تم نہیں رکوا سکتے البتہ علمی بحث کر سکتے ہو۔ قیامت تک آمین بالجہر بھی ہوگا، آمین بالاخفاء بھی، اسلئے کہ دونوں حضورؐ سے صادر ہیں اور خدا تعالیٰ جو عمل ایک دفعہ صادر ہوا ہے، اُسے قیامت تک دیکھنا چاہتے ہیں

شاہ صاحبؒ سے ہی کسی نے پوچھا کہ حضرت! قبر پر مکان بنانا جائز ہے؟ فرمایا نہیں۔ اس نے حضورؐ کے روضہ کی طرف اشارہ کیا تو حضرت نے فرمایا عزیز! تم نے سوال کیا قبر پر مکان کا۔ وہاں تو قبر فی المکان ہے۔ مائی کا حجرہ پہلے تھا، حضورؐ کی آرام گاہ بعد میں بنی۔ قبر پر گھر نہیں بنا بلکہ گھر کی آرام گاہ بعد میں بنائی گئی، یہ تو منع نہیں۔

حضورؐ کی شان میں ایک اور بات ہے۔ کسی نبی میں کوئی عیب نہیں ہوتا، جس میں عیب ہو، وہ نبی نہیں ہو سکتا۔ اسلئے کہ نبوت کا چہرہ ہوتا ہے، اللہ کی معرفت کا آئینہ۔ جس نے خدا کو جانا، نبی و رسول کا چہرہ دیکھ کر، اس کی زبان پر اعتبار کرکے، اب اگر رسول خود داغدار ہو، تو بات کون مانے گا۔

خدا کی معرفت کی صورت واحد نبی کا چہرہ ہوتا ہے، اسلئے انبیاءؑ کو معصوم بنایا گیا۔ ہر نبی بے داغ ہے، ہر نبی حسین و جمیل ہوتا ہے، مگر حضورؐ مجموعہ حسن و جمال ہیں، تمام انبیاءؑ کے اعلیٰ محاسن و کمالات کو جمع کیا گیا اور اس کو ایک وجود بنایا، جس کا نام محمدؐ ہے۔ شوکت و قوت حضرت سلیمانؑ سے، جلال موسیٰؑ سے، گریہ یعقوبؑ سے، جمال عیسیٰؑ سے، حسن ظاہر یوسفؑ سے، صبر ایوبؑ سے، مناجات داؤدؑ سے۔ ان تمام محاسن کو جمع کر کے نام رکھا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

سارے نبیوں کے کمالات جمع کئے تو حضورؐ بنے یا حضورؐ کے تمام محاسن بانٹے، تمام انبیاءؑ پر۔ کوئی نبی حضورؐ کے تمام کمالات کا حامل نہیں، ان کمالات کا جامع نہیں۔ جب کوئی نبی جامع نہیں، تو اولیاء میں کون ہو سکتا ہے؟

جس طرح نبیوں کو حضورؐ کے کمالات میں سے حصہ ملا، اسی طرح صحابہ کرامؓ کو بھی حصہ ملا، صدیقؓ کو صدق، عمرؓ کو عدل، عثمانؓ کو حیا، علیؓ کو علم، معاویہؓ کو سیاست، ابو درداءؓ کو رات کی عبادت، سلمان، مقدادؓ اور ابوذرؓ کو فقر، علیٰ ھذا القیاس سب کو۔

جسطرح پہلے نبیوں پر میں حضورؐ چھایا ہوا ہے، وہ امین میں محمدؐ ہیں، خواہ ہمارے کام آئیں یا نہ آئیں، لیکن ماننا سب کا فرض ہے، اسلئے کہ سب کو نسبت ہے، خدا سے

دوسرا یہ کہ وہ سبحل کہ حضورؐ کے حسن کے حامل ہیں، اسلئے پوری جماعت انبیاءؑ پر ایمان لانا ہوگا۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ کی پوری جماعت کو لیں گے، تو حضورؐ ملیں گے۔

حضرت طاہرہؓ سے کسی نے پوچھا کہ حضورؐ کے موزوں پر مسح کرنے کی کیفیت کیا ہے تو فرمایا یہ تو علیؓ سے پوچھو باہر وہ ساتھ ہوتے ہیں۔

ابن عباسؓ سے پوچھا گیا، حضورؐ کی رات کی نماز تو بتائیے، تو فرمایا اپنی خالہ سے جاکر پوچھو، رات کا علم تو ان کو ہوتا ہے۔

غور فرمائیے کہ حضورؐ کے کچھ کام یہاں سے، کچھ علیؓ سے، کچھ ابن عباسؓ وغیرہ سے ملیں گے۔ اسلئے کل صحابہؓ کو لوگے، تو حضورؐ ملیں گے۔

قرآن بھی حضورؐ کے بغیر نہیں ملے گا اور حضورؐ صحابہؓ کے بغیر نہیں ملیں گے۔

مثال کے طور پر اگر سمجھ لینا ہے تو ہم دن میں 8، 10 گھنٹے دوست، احباب میں رہتے ہیں، 6 گھنٹے خاص عزیز و اقارب میں، 7، 8 گھنٹے خاص گھر کے اندر، رفیقہ حیات کے ساتھ، جسے ہمارے ہاں گھر والی کہا جاتا ہے اور عربی میں اہل بیت یا اہلیہ۔ عربی میں بیت اسی کمرے کو کہتے ہیں، جہاں اہلیہ کے ساتھ رات گذاری جائے۔

"والذین یبیتون لربھم سجداً و قیاماً" کمرے کو بیت اور اہلیہ کو اہل بیت کہا جاتا ہے۔ ہر انسان کی زندگی کے روزانہ 6 گھنٹے اہل بیت کیساتھ، 6 گھنٹے آل کے ساتھ، 8، 10 گھنٹے دوست، احباب یعنی اصحاب کے ساتھ گزرتے ہیں۔ اسلئے اگر پوری زندگی لینی ہو تو اصحاب کے پاس بھی جانا پڑیگا، آل کے پاس بھی اور اہل بیت کے پاس بھی۔ اسی طرح دین نام ہے حضورؐ کی پوری زندگی کا، سب کو لینا پڑیگا۔

جو کہتے ہیں یہ آل کو نہیں مانتے، تو یہ رشتہ داری کا سوال نہیں بلکہ یہ حضورؐ کے 6 گھنٹے نہیں مانتا، یہ دین کے چھٹے حصے کو برباد کرنا چاہتا ہے، جو ازواج کے دشمن ہیں، وہ چوتھائی حصے کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور جو اصحاب کو نہیں مانتے، وہ تہائی حصہ کاٹ رہے ہیں۔

اصحاب و ازواج کے منکر، دین کو مٹانا چاہتے ہیں۔ دین تو حضورؐ کی پوری زندگی کا نام ہے۔

حضورؐ کی شان بیان کی جائے تو آپ کی شان رحمت انتہا کی ہے، دشمنوں کو معاف کردیا "لا تثریب علیکم الیوم" چچا کے کلیجہ کھانیوالوں کو معاف کردیا، (ان) سے صرف اتنا کہا، میرے سامنے نہ آنا، مجھے چچا کا حال یاد آجاتا ہے۔

حضرت طاہرہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ نے ساری عمر کسی سے بدلہ نہ لیا، اپنے حقوق۔ حد ہوگئی کہ اپنی محبوبہؓ کا بدلہ بھی نہ لیا۔ اپنی عزت کے دشمن کو بھی معاف کیا۔ عبداللہ بن ابی ذلیل دشمن تھا، جبکہ ابو جہل شریف دشمن تھا، اسلئے کہ وہ ساری رات باہر جھک مارتے رہے، اندر نہ گئے، اسلئے کہ اندر مستورات تھیں۔ رئیس المنافقین نے حضورؐ کی محبوبہؓ پر تہمت لگائی۔ حضرت عائشہؓ پر۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ جب تک اللہ تعالیٰ نے میری طہارت کا اعلان نہ فرمایا مجھے نیند نہیں آئی۔

حضورؐ ہر کسی سے پوچھنے لگے کہ کیا علاج کیا جائے۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے عرض کیا کہ جب میری گھر والی یہ کام نہیں کرسکتی، تو نبیؐ کی گھر والی تو یہ کام کرہی نہیں سکتی (ایک صحابی نے مصر تک اونٹ پر سفر کیا، ایک حدیث کیلئے، آج کہتے ہیں حدیث کی کوئی قیمت ہی نہیں)۔ سوال یہ بھی ہے کہ حضورؐ کو کیا علم غیب تھا؟ وہ تو دوسروں سے پوچھتے پھرتے تھے، سوچا کرو۔

حضورؐ صدیق اکبرؓ کے پاس تشریف لے گئے، پوچھا تو عرض کی۔ وہ بیٹی ہے، حال کی طرف رخ کیا، انہوں نے بھی عرض کی، امی سے پوچھو

تو جب اُدھر حضورؐ متوجہ ہوئے، تو عرض کی، میں نہ بولوں گی، میرا خدا بولے گا اور پھر خدا ایسا بولا کہ ۱۸ آیتیں نازل کر دیں۔

حضرت عائشہؓ کو یہ تو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ میری طہارت بیان فرمائیں گے، مگر یہ خیال نہ تھا کہ میرے لئے قرآن نازل فرمانا شروع کر دیں گے۔ فرماتی ہیں، میں نے سوچا تھا کہ خواب میں یا کسی اور ذریعہ سے بتا دیں گے۔ آسمان! اگر تیرے لئے نازل نہ کرے، تو کبھی کیسے کرے؟

ہجرت کے دوران حضرت ابوبکر صدیقؓ کبھی حضورؐ سے آگے، کبھی پیچھے رہتے اور حضورؐ مطمئن ہو کر پڑھ رہے تھے۔ کسی نے پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا رَجُلٌ یھدینی السبیل۔ حضرت ابوبکرؓ کو یہ ایمان تھا کہ اگر حضورؐ کو صدمہ پہنچا، تو انسانیت کو قیامت تک اطمینان نصیب نہیں ہوگا۔ یہ بھی آپؐ کی انکساری، جو کچھ فراعظمت دیتا ہے انکساری بھی دیتا ہے۔

بی بی صاحبہؓ مظلوم ہیں، دل بھی زخمی ہے، اپنی پاکدامنی کا بھی یقین ہے، کہ اللہ شہادت دیں گے۔ اب غور فرمائیے، باوجود اسکے فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ خواب میں بتلا دیں گے۔ ثابت ہو گیا کہ صحابہؓ کے نزدیک جسطرح قرآن حق اور حجت ہے، اسطرح حضورؐ کا خواب بھی حق اور حجت ہے۔ قرآن نازل ہو گیا تو تسلی ہو گئی۔ وہ تو خواب کو بھی حجت مانیں اور تم جاگتے ہوئے فرمانوں کو بھی حجت نہ مانو۔

حقیقت یہ ہے کہ نبی کا خواب بھی حجت ہے، چہ جائیکہ یہ ظالم کہیں کہ فرمان (حدیث) بھی حجت نہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے کیا فرمایا تھا "انّی ارٰی فی المنام انّی اذبحک فانظر ماذا تریٰ"۔ حضرت اسماعیلؑ سے کہا، خواب دیکھا ہے۔ انہوں نے عرض کیا اس پر عمل کریں جو آپ کو "امر" ہوا۔ تو ثابت ہوا کہ نبی کا خواب امرِ الٰہی ہے۔ جب خواب کی بات حجت ہے، تو بیداری کی کیسے حجت نہ ہوگی؟

تو میں عبداللہ بن ابی کی بات کر رہا تھا، اس نے یہ خباثت کی، جب یہ مر رہا تھا، اس کا بیٹا عبداللہ جو حضورؐ کا غلام تھا، کئی بار عرض کی، اجازت دیں تو باپ کا سر کاٹ کر پیش کر دوں، مگر سراپا رحمت نے اجازت نہ دی۔ اُس بیٹے نے مرنے کی اطلاع دی، تو رحمت کا دریا جوش میں ہوا۔ فرمایا یہ میرا کرتا لے جا اور اسی میں دفن کرو۔ جنازہ ہم خود پڑھیں گے۔ چنانچہ صحابہؓ بھی پہنچ گئے۔ جنازہ پڑھانے لگے، تو حضرت عمرؓ نے عرض کی، نہیں پڑھانے دونگا۔ فرمایا کیوں روکتے ہو؟ عرض کی خدا نہ پڑھنے دیگا۔ چنانچہ وحی آئی "اِن تستغفر لھم او لا تستغفر لھم، لن یغفر اللہ لھم" حضرت عمرؓ نے یہ تجویز پیش کی تھی، غیرتِ دین کیلئے کہ کسی طرح یہ ظالم بخشا نہ جائے اور رحمت کو اصرار ہے کہ کسی طرح یہ ظالم بخشا جائے۔

جنازہ سے پہلے، کفن پہنا کر، لعاب دھن اسکے منہ میں ڈالا، اس طرح رحمت پوری کوشش کر رہی ہے کہ بخش دیا جائے، اور عمرؓ پورا زور لگا رہے ہیں کہ نہ بخشا جائے۔ حضورؐ فرماتے ہیں کہ اللہ نے مجھے اختیار دیا ہے، اسلئے جنازہ پڑھونگا، جبتک اللہ مجھے روک نہ دیں۔ یہ کہہ کر "اللّٰہ اکبر" کہہ دیا، اُدھر سب صحابہؓ پیچھے کھڑے ہو گئے۔ یہ ہے عمرؓ کا مقام کہ ابھی تو دامن پکڑ رہے تھے اور اب پہلی صف میں کھڑے ہیں۔ تھوڑی ہی دیر گذری کہ حضرت جبریلؑ یہ آیتیں لے کر آ گئے۔

میرے محبوب! آپنے جو کرنا تھا، کر لیا، اب قیامت تک وہی ہوگا، جو عمرؓ کہہ رہا ہے۔ رائے میری عمرؓ کے ساتھ تھی، لیکن تمہیں روکا نہیں، اسلئے نہیں روکا کہ آپ جو چاہیں کریں۔ بے شک عمرؓ حق پر ہے لیکن ڈسے یہ حق کسی نے دیا ہے کہ ہمارے حبیبؐ کو روکے۔ میرا حبیبؐ، عمرؓ کے مقابلے میں جو چاہے، کرے۔

البتہ آئندہ کیلئے یہ حکم ہے کہ "لا تصل علی احد منھم مات ولا تقم علی قبرہ" اب قیامت تک نہ ان کا جنازہ
پڑھ سکتے ہو، نہ کسی بے ایمان کی قبر کے باہر کھڑے ہو سکتے ہو۔ کیا اسکے بعد حضورؐ کسی کا جنازہ پڑھتے؟ ہرگز نہیں۔
فرض کرو، ایک جنت البقیع ہے، پرانی قبر ہے، تم دیکھتے ہو کہ حضورؐ کھڑے ہیں، اس پر دعا فرما رہے ہیں، تو اس صاحب قبر کے
متعلق تمہارا کیا خیال ہوگا۔ یہی کہ یہ ولی کامل ہے، کیونکہ حضورؐ بے ایمان کی قبر پر کھڑے نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح ایک شہر ہے،

ایک قبر ہے، حضورؐ باہر کھڑے ہیں، دعا فرما رہے ہیں، اسکے متعلق بھی تمہارا یہی خیال ہوگا، ولی کامل ہے۔ اگر دو قبریں ہیں، شہر میں
حضورؐ کے ساتھ ہیں، سب ایسے اندر داخل ہوئے، آج تک نہیں نکلے، شاید سو گئے ہیں، قیامت کو نکلیں گے اور ایسے کہ ایک طرف
اُن میں سے ایک قبر والا ہوگا اور دوسری طرف دوسرا۔ صدیقؓ و فاروقؓ دونوں ساتھ ہیں، تو کیا خیال ہے ان کے بارے میں؟
حضرت زین العابدینؒ سے پوچھا گیا کہ شیخینؓ کی شان بتاؤ، تو فرمایا اندھے ہو، اس نے عرض کی، میں نے تو اور سوال کیا ہے،
فرمایا روضہ میں دیکھ لو، جو قرب آج ہے، وہ کل بھی تھا۔ اُن کی شان کیلئے کسی مطالعہ کی ضرورت نہیں، صرف نگاہ کی ضرورت ہے
باقی صحابہ کرامؓ کی، حضرت علیؓ و عثمانؓ کی شان پر قرآن و حدیث گواہ ہیں۔

بے ایمان کی قبر پر، اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی جوتی کی مٹی بھی نہیں پڑنے دیتا، خدا تو اتنا غیور ہے۔ منافق کی وفات کے
بعد، حضورؐ ان کا جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔ جو مخلص اور وفادار تھے، وہ اُن سے الگ رہتے تھے

صحابہؓ یارانِ مصطفیٰؐ ہیں۔ ابو الدرداءؓ فرماتے ہیں کہ اگر تم دیکھو کہ کوئی شخص، نبی کے صحابی کی تنقیص کرتا ہے تو سمجھو وہ زندیق ہے
جو صحابہؓ کو مجروح کرنا چاہتا ہے، وہ دین کو مجروح کر رہا ہے۔ قرآن کے نزول کے گواہ صحابہؓ ہیں، صحابہؓ دین کی بنیاد ہیں۔
جبریلؑ کی شان میں گستاخی کرنیوالا بھی بے ایمان ہے۔ وہ خدا اور حضورؐ کے درمیان واسطہ ہیں۔ بلا تکلف خادم تھا۔
اسی طرح صحابہ کرامؓ واسطہ ہیں حضورؐ اور انسانیت میں، یہ بھی جبریلؑ والا کام کرتے تھے، حضورؐ سے لیا اور ہم کو دیا۔ جبریلؑ کے
تو ماتھے پر پسینہ تک نہ آیا، مگر صحابہ کرامؓ نے اپنا خون بہایا، تلواروں پر لوٹے، اسطرح انسانیت کو دین پہنچایا۔ جس کے
ماتھے پر پسینہ تک نہ آئے، اس کو نہ ماننے والا کافر ہے اور جو خون بہانے والوں کو نہ مانے، تو وہ مومن ہے؟

اگر صحابہؓ قربانیاں نہ دیتے، تو تم تک قرآن کیسے پہنچتا۔ میں کسی سراتی سے قرآن پڑھ کر امام اہل سنت بن جاؤں، وہ قرآن
جو گلاب سنگھ نے چھاپا، اور جن کے سامنے قرآن اُترا، اور جنہوں نے زبان نبوت سے پڑھا، جو نبی کے ہمراہ رہ کر جیو،
اُن کے بارے میں کیا کہا جا رہا ہے؟

صحابہؓ نے نبیؐ پر کیا کچھ قربان نہ کیا، وطن، جائیداد، اولاد، عزت، بیویاں، سب قربان کر دے وہ یہ سب کچھ
کر کے تو پکے مومن نہ بنے اور تم نے کیا قربان کیا کہ پکے مومن بن گئے ہو؟
جن سے نبی نے بیٹیاں تک لیں، اور نعوذباللہ کلمہ نہ دیا، بیٹیاں دیں اور نہ دیکھا کہ کھرا ہے یا کھوٹا، آج تم کو نا ہوئے پر کھرا،

کھوٹا پرکھنے والے۔ "تنقید" کا معنے ہے کھرا، کھوٹا پرکھنا۔ آج ہم اُن پر تنقید کرنے چلے ہیں۔ نہ خدا نے دیکھا، نہ رسولؐ نے دیکھا اور چودہ سو سال بعد میں ایک آیا، پرکھنے والا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اُسے سمجھنے میں غلطی کی۔

ہم جو بہکیں تو چھلک جائیں ترے جام و سبو
تو نے سمجھا نہیں رندوں کا مقام اے ساقی!

اگر صحابہؓ پر اعتبار نہیں، تو نہ قرآن ہے، نہ رسول ہے، نہ دین۔ علامہ اقبالؒ نے اُن کے بارے میں کہا تھا۔

عدم آباد سے اس عالمِ ایجاد کی خاطر
نبوت ساتھ جن کو لائی ہے وہ ارمغان تم ہو۔

صحابہؓ نبوت کا تحفہ ہیں، انسانیت کیلئے جو حضورؐ کا دیا ہوا ہے۔

توحید کے بارے میں عرض کروں، عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں کہ خدا ذات میں ایک ہے، تو پھر تو دنیا میں کوئی مشرک نہیں ہے۔ حالانکہ توحید یہ ہے کہ جس طرح خدا ذات میں ایک ہے تو اختیار میں بھی ایک۔ اور جب اختیار میں ایک ہے تو عبادات میں بھی ایک۔ سننا بھی وہی ہے اور مدد کو پہنچنا بھی وہی ہے۔ خدا کسی کا محتاج نہیں۔ وہ جو چاہے گا، وہی ہوگا۔ سب اُسی کے ساتھی ہیں۔ ابھی منافق کا واقعہ بیان ہوا ہے، حضورؐ کی بڑی شان ہے، مگر ہوا وہی جو اللہ نے چاہا۔ اللہ چاہیں تو حضورؐ ایک دفعہ شفاعت کریں، تو جہنم میں جلتے ہوئے مسلمان کو نکال کر اللہ جنت میں لے دیں گے۔ یہاں منافق کی صورت میں نہ کر دیں، تو لعاب بھی ڈال دیا جائے، جنازہ پڑھا جائے لیکن مغفرت نہیں۔ اللہ اپنے حکم میں یکتا اور مختارِ کل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نبیؐ، اصحابؓ، ولی، علماء، ان کی مان کر چلو گے، تب دین بھی ملے گا اور خدا بھی ملے گا۔

ارشاداتِ امام الہدیٰ حضرت مولانا عبید اللہ انور نور اللہ مرقدہٗ

۲۷، ۲۰ اپریل ۱۹۷۸ء

سورۃ الفاتحہ میں پہلے القاب و آداب ہیں، پھر اظہارِ تعلق اور پھر عرضِ مدعا۔ رحمٰن کا مطلب ہے بن مانگے دینا اور "رحیم" کا مفہوم ہے مانگنے سے عطا ہونا۔ رحمٰن فی الدنیا و رحیم فی الآخرۃ۔

شاہ عبدالعزیزؒ سے کسی نے پوچھا (دہریہ نے) کہ جنت میں جنتی کھائیں گے کیا؟ جب کھائیں پئیں گے اور پیشاب پاخانہ نہیں کریں گے، عقل نہیں مانتا۔ آپ نے جواب فرمایا: دنیا میں ہے، حدیث میں ہے، ہم تو مانتے ہیں۔ پھر اس سے پوچھا: بچہ ماں کے پیٹ میں کھاتا پیتا ہے، وہ پیشاب پاخانہ کہاں کرتا ہے؟ تو وہ لاجواب ہو گیا۔

مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ کسی آدمی کے سامنے حضورؐ کی بات کی جائے اور وہ سوچ کر، تامل کر کے، عقل سے پرکھ کر مانے تو وہ کافر ہے۔

مولانا غزنویؒ نے واقعہ لکھا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے خدا سے درخواست کر کے ساری مخلوقات کی ایک وقت کی دعوت کی، پانی کی مخلوق سے شروع کیا تو ایک مچھلی سارا کھانا نگل گئی اور کہا میرا رب اس سے سات گنا روزانہ مجھے دیتا ہے۔

صراطِ مستقیم سے مراد دین کے اصول اور دینی شخصیتیں ہیں۔ یہ دونوں لازم ملزوم ہیں۔ جن لوگوں نے اصول نظر انداز کئے، شخصیتیں لیں، عیسائی بنے، وہ گمراہ ہوئے، اور جنہوں نے اصول پکڑے، شخصیتیں چھوڑیں، یہودی بنے اور مغضوب علیہ ہوئے۔ اسی لئے خدا نے شخصیتیں پیدا کیں اور کتاب بعد میں نازل کی۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء پہلے پیدا کئے، دین بعد میں مکمل کیا۔ ------

— جلسہ میں فرمایا کہ [illegible] اسی طرح بتایا کہ جرمنی میں ڈاکٹر زین العابدین صاحب نے ایک ایسی عورت کو سورۃ فاتحہ دم کر کے پلائی، جس کو لاعلاج کر کے زہر کا انجکشن لگانے لگے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کو شفا بخش دی۔

حضورؐ کے صحابہ کرامؓ نے جنگل میں ایک مریض کا علاج کیا، کلام پاک پڑھ کر، اور ان سے ایک دنبہ لیا۔ واپسی پر حضورؐ سے واقعہ عرض کیا تو آپؐ نے فرمایا کلامِ الٰہی قیامت تک کیلئے تریاق ہے۔ حضرت لاہوریؒ ان عورتوں کو، جن کے خاوند بگڑے ہوئے ہوتے تھے، سورۃ فاتحہ اکتالیس بار، جس میں گیارہ دفعہ اھدنا الصراط المستقیم پڑھا ہوتا، پانی پر دم کر کے پلا دیتے۔ ------

مولانا سید انور شاہ کاشمیریؒ نے حضرت لاہوریؒ کو مجبور کیا تھا کہ لوگ فقہ، تصوف اور حدیث میں اختلاف کرتے ہیں، اسلئے صرف قرآن مجید کو محور و مرکز بنائیں، اور بعد میں حضرتؒ کے معمول کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے۔

میں روس کے دورہ میں جب تاشقند گیا جہاں مولانا عبید اللہ سندھیؒ درسِ قرآن دیا کرتے تھے، ان کے شاگرد وہاں کی یونیورسٹیوں میں دینی تعلیم دیا کرتے تھے اور پیار کرتے تھے۔ جب آپ سے ملاقات کرتے، آپ نے ان بزرگوں کی حقانیت واضح کی تو انہوں نے کہا کہ کاش! کسی عالم نے پہلے اسلام تو دیا ہوتا تو ہم کمیونزم کو نہ اپناتے۔ انہوں نے سوال کیا کہ مسلمان اتنا اچھا نظام رکھنے کے باوجود ذلیل کیوں ہیں؟ تو حضرت نے جواب دیا کہ انہوں نے عمل چھوڑ دیا ہے۔ اسی لئے مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ نے تقسیم کے فوراً بعد اعلان کیا تھا کہ پاکستان والوں پر اب ذمہ داری ہے کہ عملی دنیا اور برائی سے اسلام کی خوبیوں کا لوہا منوایا جائے۔ اب تم عملی طور پر اس کا نمونہ پیش کرو۔

— راقم السطور کو ایک حادثہ کے بعد زخمی ہونے پر عیادت کے وقت فکر کر دیا کہ سوار ہو کر یہ پڑھا کرو: اللہ حافظی، اللہ حاضری، اللہ ناظری، اللہ ناصری، اللہ معی

حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب دامت برکاتہم

15.4.99 اسلامیہ سکول شیخوپورہ - طلباء سے خطاب

حضرت عبداللہ بن عباسؓ حضورؐ کے چچا زاد بھائی اور بھتیجے تھے۔ حضرت میمونہؓ کے بھانجے۔ ان کا لقب ترجمان القرآن، رئیس المفسرین تھا۔ چودہ سال کی عمر میں نوجوانوں کے سردار بن گئے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں اکابر صحابہؓ کے ساتھ مشورے میں بیٹھتے تھے۔ اس وقت ۱۵/۲۰ سال عمر تھی۔ ان کو بچہ سمجھ کر بزرگوں نے محسوس کیا، بلکہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اعتراض بھی کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے عملی جواب دیا۔ ایک دن شوریٰ بیٹھی تھی، یہ واقعہ امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے۔

حضرت عمرؓ نے ایک سوال کر دیا کہ سورۃ النصر میں ایک خاص پیغام ہے، حضورؐ کیلئے وہ کیا ہے؟ یہ سوال شوریٰ سے پوچھا گیا تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جواب دیا کہ اس میں حضورؐ کو وفات کا اشارہ دیا گیا ہے۔ سوال ہوا، وہ کیسے؟ آپ نے کہا حضورؐ کفر کا زور توڑنے آئے تھے کہ اسلام غالب ہو۔ وہ کام مکمل ہو گیا ہے اس لئے فرمایا گیا فسبح بحمد ربک۔ آپ اللہ اللہ کریں۔ یہ سن کر جو بچہ پیش پیش کراتے تھے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا اس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم عطا کیا ہے۔ ہم اس سے یہ باتیں پوچھتے ہیں۔

یہ عظمت کس ذوق سے حاصل کی، وجہ کیا تھی؟ خود واقعہ بیان کیا کہ میں خالہ کے گھر گیا یعنی حضورؐ کے گھر۔ ایک دن دوپہر کے وقت حضورؐ باہر تشریف لے گئے۔ میں سوچنے لگا کہ باہر کیوں گئے؟ ذہن بچہ سوچتا ہے، نہ نماز کا وقت، نہ گھر والوں کو بتایا۔ میں نے خود ہی سوچا کہ وہ قضائے حاجت کیلئے گئے ہونگے۔ سوچا پانی کی ضرورت ہوگی، خود ہی پانی کا لوٹا لے کر پیچھے چلا گیا۔ واقعی حضورؐ نے قضائے حاجت کی۔ جب فارغ ہوئے، دیکھا لوٹا پڑا ہے۔ فاصلے پر میں کھڑا تھا۔ فرمایا تم لائے ہو؟ اور کیوں؟ کس نے کہا؟ عرض کی خود ہی سوچا ہے۔ حضورؐ بہت خوش ہوئے، وضو کر کے ہاتھ اٹھائے۔ اور پوچھا، کیا دعا مانگوں؟ حضورؐ دو وجہ سے خوش تھے کہ بچہ ذہین اور سمجھدار ہے اور دوسرا یہ کہ کام کا جذبہ بھی ہے۔ عرض کی دعا کریں اللہ مجھے قرآن کا علم دے۔ تو فرمایا اللھم علمہ الکتاب وقہ سوء العذاب

جس بچے اور طالب علم میں ذوق و شوق ہو، استفادہ کا، وہ نیک لوگوں کی خدمت اور استاد کا ادب کرے۔ علم، ادب، گفتگو، سلیقہ، یہ بہت بڑی نعمت ہے۔ یہ دنیا اور آخرت میں کام آنیوالی چیزیں ہیں۔

الحمدللہ ہم سب مسلمان ہیں، اسلام کو غالب کرنے کا جذبہ بھی ہے، ہم اسلام کے داعی ہیں، تو دعوت سے پہلے ہمیں خود اسلام کا پتہ ہونا چاہیے۔ خود علم حاصل کریں، بزرگوں سے ادب سیکھیں، گفتگو کا سلیقہ حاصل کریں۔ عملی مسلمان بنیں اور دوسروں کیلئے نمونہ بنیں۔ میں نے خود بہت استفادہ کیا ہے، میری ان باتوں کو پلے باندھیں۔ تمہارے لئے اب بہت موقع ہے، یہاں علم اور تربیت حاصل کریں، معاشرے میں ایک اچھے مسلمان بن کر نمونہ پیش کریں۔

2/19

۱۶ اپریل ۹۹ء مکی مسجد۔ ایچ۔ ایم سی ٹیکسلا

مکہ مکرمہ کے مشرکوں نے حضورؐ سے نشانیاں طلب کیں اپنی مرضی کی۔ قرآن مجید میں ہے لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ نُزِّلَ عَلَيْهِ الملائكة

حضورؐ نے فرمایا کہ یہ اللہ کا حکم ہوتا ہے۔ وہ حکیم ہے۔ یہ حکمت اللہ بہتر جانتا ہے۔ چاند کے ٹکڑے کرنا جنگلوں سے باغات اُگانا۔

شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے' اللہ کے ہر کام میں ہزاروں حکمتیں ہیں' کوئی ہمیں سمجھ آتی ہیں کوئی نہیں آتیں۔ کیا اس وقت

لوگ سونے کے محل دیکھ کر مسلمان ہوئے یا سچائی دیکھ کر۔ حضورؐ نے فرمایا إِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ اور أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا أَنزَلْنَا إليك القرآن۔

قرآن مسلسل چیلنج کر رہا ہے' میرا مقابلہ کرو' مجھ جیسا کوئی کلام لاؤ۔ کیا یہ نشانی کافی نہیں ہے۔ قرآن کے معجزہ ہونے پر بہت دلیلیں ہیں

مَا كُنتَ تَتْلُو مِن قَبْلِهِ مِن كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ۔ آپؐ امی تھے' لیکن پڑھ رہے تھے بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا العلم

شاہ عبد القادرؒ فرماتے ہیں قرآن کی اصل جگہ سینہ ہے' کتابت امر زائد ہے۔

جو' چوں چراں کی مخالفت ہو رہی ہے' چراں ہی پڑھ رہے ہیں۔ قرآن کے اعجاز کا دوسرا پہلو ہے فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ۔

اب تو مغرب پرست بنیاد پرستی کو خود ڈھونڈ رہے ہیں۔ برطانیہ کے وزیر اعظم نے نعرہ لگایا "Back to Basics"۔ اب دنیا روحانی

آسمانی تعلیمات ڈھونڈ رہے ہیں۔ اور آسمانی تعلیمات منضبط صرف قرآن مجید میں ہیں۔

حضورؐ نے مکہ والوں کے جواب میں فرمایا تھا یہ قرآن مجید بہت بڑا معجزہ ہے' یہ تو کافروں کیلئے تھا کہ جب تک اس کا جواب نہ لاؤ اور مطالبہ کرو۔

ایک پیغام ہمارے لئے ہے' جسے دارمی میں ہے' اس کا شانِ نزول یہ ہے۔ مدینہ منورہ میں حضورؐ تشریف فرما تھے' وہاں یہودی بھی تھے' آپس میں بات چیت بھی کرتے تھے۔

ایک صحابی نے عرض کیا کہ تختی لائی ہے' یہود کی تعلیمات کی' تو حضورؐ نے فرمایا کسی قوم کے گمراہ ہونے کیلئے یہ کافی ہے' کہ اپنے پیغمبر کی تعلیمات

چھوڑ کر' دوسروں کی تعلیمات میں دلچسپی لے' جو دوسروں کے راہنما' دوسرے مذاہب کیلئے لائے ہیں۔

فرمایا گیا أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ ... رحمت اور نصیحت ہے ایمان والی قوم کیلئے۔ ادھر اُدھر مت دیکھو' قرآن

اور سنت کے علاوہ مسلمان کیلئے گنجائش ہی نہیں۔

سوچو کہ صحابیؓ نے وہ تختیاں' خوشی خوشی دکھائیں' تعلیمات بھی صحیح تھیں تو حضورؐ ناراض ہوئے۔ تو اب ہم کیا کر رہے ہیں؟ کیا

یہ پیغام ہمارے لئے نہیں؟ جہاں سے گمراہی کا آغاز ہوگا' وہیں سے ہی ذلت کا آغاز ہوگا۔

29.6.2001 اسلام آباد — مدینہ منورہ کی عام خواتین بھی قرآن کی تعلیمات کو سمجھتی تھیں' حضرت خولہؓ نے حضرت عمرؓ کے مہر کی رقم کے بارے میں پابندی کو چیلنج کر کے اپنی حیثیت واپس لینے پر مجبور کر دیا۔

— لین دین کے ایک مقدمہ میں' ایک مرد گواہ تھا اور دو عورتیں۔ قاضی نے گواہی لینے ہوئے چاہا' کہ عورتوں سے الگ الگ گواہی لوں' تو ایک

خاتون نے کہا' قرآن آپ کو یہ حق نہیں دیتا۔ فرمایا گیا ہے أَن تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ۔ عورت یاد بھی بہت جلدی کرتی ہے

اور بھول بھی جلد جاتی ہے۔ یہ کہنے والی عورت امام شافعیؒ کی والدہ تھیں۔

1999ء ۔ وحی خارجی نہیں داخلی چیز ہے ۔ یہ تخلیقی صلاحیت ہے ۔ سرسید نے بھی لکھا ہے کہ کیفیت کا نام جبریل ہے اور اس کا بیان حدیث ۔ وہ جبریل کا منکر تھا ۔ آج گمراہی کے سرچشمے ہیں ۔ ایسے لوگ جو منکر حدیث ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضورؐ کے فیصلے اُس زمانے کے لحاظ سے بہت اچھے تھے لیکن وہ حضورؐ کی اپنی سوچ تھی ۔ حالانکہ وہ وحی ہوتی تھی اور وحی کرنے والے کو آئندہ کے حالات کا علم ہے ۔ حضورؐ کے فیصلے آج کیلئے اور قیامت تک کیلئے اچھے ہیں ۔

صحابہ کرام اور فقہائے عظام نے قرآن و حدیث کی روشنی میں اپنے زمانے میں فیصلے کئے ہیں ۔ اسی لئے مسلمانوں کو حکم ہے کہ علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین ۔ حضرت خلفائے راشدینؓ و اکابر صحابہؓ کے فتاویٰ بھی قرآن و سنت کی تشریح ہے ۔ امام شافعیؒ نے فرمایا احرام کی حالت میں "بھڑ" کو مارنا جائز ہے ۔ طلاق کے بارے میں حضرت عمرؓ کا فتویٰ صحیح ہے ۔ علی ھذا القیاس

27 مارچ 2013ء ۔ آجکل کی بہت بڑی معاشرتی خرابی ۔ سنی سنائی بات کو بغیر تحقیق کے آگے پہنچا دینا ہے ۔ اسی سے جھگڑے فساد ہوتے ہیں ۔ اسی لئے

مسجد ابوبکر صدیقؓ ، اسلام آباد ، جی 11/1

اس طریق کار کے منفی اثرات موجودہ دور میں بہت زیادہ ہیں ۔ "میسج سسٹم" ہر بات کو لمحوں میں ہزاروں لوگوں تک پہنچا دیتا ہے ۔ اسی طرح میڈیا پر "پٹی" چلتی ہے ، چھپتی ہے اور دو تین دن بعد وہ بات غلط ثابت ہو جاتی ہے ۔ اب تو انتہائی حد میں یہ وبا بہت زیادہ ہو گئی ہے ۔

اس بارے میں حضورؐ کی سنت سے رہنمائی لینا چاہیے ۔ بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی سے کچھ فاصلے پر رہتا تھا ، پڑوسی کا صحابی اور میں باری باری حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ایک دوسرے کو حضورؐ کا فرمان سناتے ۔ ایک دن وہ پڑوسی واپس آیا اور زور سے میرا دروازہ کھٹکھٹایا ۔ میں گھبرا کر باہر نکلا ۔ ایسے لگا کہ دشمن ایک قبیلے کی طرف سے حملے کا خطرہ تھا (غسانی قبیلہ) ۔ میں نے اسکے متعلق پوچھا تو اس نے کہا نہیں ۔ اس سے بڑا حادثہ ہوا ہے کہ حضورؐ نے اپنی بیویوں کو طلاق دیدی ہے ۔ میری رات بڑی بے چینی سے گذری ۔ صبح سب سے پہلے اپنی بیٹی حفصہؓ کے گھر گیا ۔ پوچھا تو بتایا کہ ناراض تو ہیں لیکن طلاق کا علم نہیں ۔ میں مسجد میں گیا ۔ مسجد بھری تھی ۔ سب پریشان تھے ۔ آپؐ بالا خانہ میں ہیں ۔ دروازہ بند کر کے کہ کوئی نہ آئے اور کسی بات کا جواب بھی نہیں دیتے ۔ ہم نے تین دفعہ بندہ بھجوایا مگر جواب نہ آیا ۔ پھر مجھے بلوا لیا ۔ آپؐ تختے میں تھے ۔ میں نے پوچھا تو فرمایا طلاق نہیں دی ۔ میں نے نعرہ لگایا ۔ پھر آپؐ سے ایسی باتیں کیں کہ غصہ ٹھنڈا ہو جائے ۔ خصوصاً مکہ مکرمہ میں عورتیں کوئی بات نہ کرتی تھیں ۔ یہ انصار عورتیں بہت سوال کرتی ہیں ۔ اس پر آپؐ مسکرائے ۔ پھر حضرت حفصہؓ کے بارے میں بات کی ۔ آپؐ پھر مسکرائے ۔ حضرت عمرؓ نے یہ روایت بیان کر کے قرآن کی یہ آیت پڑھی کہ تحقیق کر لیا کرو اور فرمایا میں نے اسی حکم پر عمل کیا ہے ۔

ایک اور واقعہ مذکور ہے کہ بنو مصطلق کے قبیلہ کی طرف ایک صحابی کو بھیجا ۔ ان سے اس قبیلہ کی کوئی پرانی مخالفت تھی ۔ انہوں نے بھرپور استقبال کی تیاری کی تاکہ دشمنی ختم ہو ۔ وہ ہتھیار بند ہو کر آئے ۔ ان صحابی کو غلط فہمی ہو گئی اور وہ واپس ہو گئے ۔ مدینہ منورہ میں کہرام مچ گیا اور صحابہ کرام لڑائی کیلئے تیار ہو گئے ۔ اُس قبیلے کا سردار سمجھدار تھا ۔ اُس نے جب یہ صورتحال دیکھی تو وہ وفد لے کر مدینہ آیا اور صحیح صورتحال بتائی ۔ تو مسئلہ حل ہو گیا ۔

قرآن مجید میں حکم ہے یا ایہا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوما بجہالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین ۔

کسی بھی خبر کو آگے پھیلانے سے پہلے تحقیق کر لیا کرو۔ امام بخاریؒ نے فرمایا کہ صرف صحیح ہونے کی تحقیق ہی نہ کرو بلکہ یہ بھی سوچ کر اس سے شر پیدا ہوگا یا خیر اور ردِ عمل کیا ہوگا؟

اس پر امام بخاریؒ نے ایک واقعہ بھی بیان فرمایا۔ حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ حضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے خواب میں دکھایا کہ دو آدمی سرہانے کھڑے ہیں اور آپس میں بات کرتے ہیں کہ پریشانی اس لئے ہے کہ جادو ہوا ہے اور یہودی نے کیا ہے۔ ان آدمیوں نے سوال و جواب میں ساری حقیقت بیان کر دی۔ صبح بیدار ہو کر حضورؐ نے وہ جادو والی چیزیں نکلوائیں اور زمین میں دفن کر دیں واپس تشریف لا کر حضرت عائشہؓ کو تفصیل بتا دی تو انہوں نے پوچھا کہ لوگوں کو دکھایا کیوں نہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے بچا لیا ہے، مجھے خدشہ ہوا کہ اس طرح شر پھیلے۔

ایک اور بات کا بخاری شریف میں ذکر ہے کہ ایک طویل خواب میں ثواب و عذاب کے مناظر دکھائے گئے۔ ان میں سے ایک آدمی کو دیکھا لوہے سے اس کی دونوں طرف کی باچھیں چیری جا رہی ہیں۔ دیکھے کہ وہ جھوٹ بولتا تھا اور اُسے دنیا کے کناروں تک پہنچاتا تھا۔ آج کے دور میں کتنے جھوٹ دنیا کے کناروں تک پہنچ رہے ہیں۔ حضورؐ کا فرمان ہے "کفیٰ بالمرء کذباً ان یحدث بکل ما سمع" آدمی کے جھوٹا ہونے کیلئے یہ کافی ہے کہ جو بات بھی سنے آگے بیان کر دے۔

17 مئی 2013ء
بعد عصر بیان مرد
ہری پور

حضرت اسماءؓ انصار میں سے ایک خاتون تھیں "خطیبۃ الانصار" ان کا لقب تھا۔ وہ کہتی ہیں کہ حضورؐ نے ایک دن ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ تم میں سے اچھے لوگ کون سے ہیں؟ قالوا بلیٰ۔ فرمایا اذا رؤوا ذکر اللہ۔ جن کو دیکھیں تو خدا یاد آ جائے۔

اس کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ ان کے چہرے پر عبادت کا نور جھلکتا ہو اور دوسرا یہ کہ جن کا اٹھنا بیٹھنا ہر عمل اللہ کے حکم کے مطابق ہو۔ آدمی دیکھ کر سمجھ جائے کہ اللہ کے بندے ایسے زندگی گذارتے ہیں۔

پھر فرمایا کہ تم میں سے برے لوگ کون سے ہیں؟ اور خود ہی تفصیل بیان کی کہ جو لوگ ایک دوسرے کی چغلی کھاتے ہیں۔ دوسرے وہ جو دوستوں کے درمیان فساد پیدا کرتے ہیں اور تیسرے وہ جو اچھے لوگوں میں عیب ڈھونڈتے ہیں۔

آج کل جتنے جھگڑے ہوتے ہیں کھوج لگائیں تو ان کے پیچھے چغلی ہوگی "المشاؤن بالنمیمۃ"۔ خاندانوں میں بھی جھگڑے چغلی سے ہی ڈالے جاتے ہیں۔

خطاب حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب دامت برکاتہم   5/19

۲۷ مئی ۲۰۱۵ء   شنڈیاں ایبٹ آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ ولقد یسرنا القرآن للذکر فہل من مدکر

یہ ہماری سعادت ہے کہ ہم قرآن پاک اور حدیث شریف کے حوالے سے اس تقریب میں موجود ہیں جو مسجد میں ہو رہی ہے۔ یہ تینوں نسبتیں سعادت کی ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک بات فرمائی اور ایک سوال کیا ہے کہ کیا کوئی ذکر کیلئے تیار بھی ہے؟ ذکر کے دو معنے ہیں۔ یاد کرنا اور یاد رکھنا۔ قرآن پاک ایک ایسی کتاب ہے جو یاد ہوتی بھی ہے اور یاد رہتی بھی ہے۔ اور کوئی کتاب ایسی نہیں ہے۔ ایک ایرانی بچی نے بھی دکھایا ہے۔

ایک واقعہ سنا تھا حضرت نانوتویؒ حج کو جا رہے تھے بحری جہاز میں۔ رمضان شریف شروع ہوا تو فکر لاحق ہوئی، کوئی حافظ ہمراہ نہ تھا۔ حضرتؒ نے خود روزانہ یاد کر کے تراویح میں سنانا شروع کر دیا۔ اس وقت ۵۰ سال عمر تھی، ایک ماہ میں یاد کر کے سنا دیا۔ یہ قرآن پاک کا اعجاز ہے۔

دو سال پہلے امریکہ والوں نے بتایا تھا کہ دنیا میں ایک کروڑ سے زائد حافظ ہیں۔ اب تو بڑھ گئے ہونگے۔ قرآن ہماری طرف نہیں دیکھتا، وہ اپنا کام، دونوں حوالوں سے کرتا جا رہا ہے اور پھیلتا جا رہا ہے۔

بعض دوست کہتے ہیں کہ قرآن کا صرف حافظ بن کر کیا فائدہ؟ میں کہتا ہوں اس کے بہت فوائد ہیں۔ ان میں سے صرف ایک عرض کرتا ہوں۔ تین چار سال پہلے میں کراچی گیا تھا، دو تین یونیورسٹی کے طلباء ملے اور سوال کیا کہ ہم انٹرنیٹ استعمال کرتے ہیں، جس کی ویب سائٹ قرآن کے چل رہے ہیں، جس میں غیر مسلم آیتیں، سورتیں گڑبڑ کر رہے ہیں، ہم بڑے پریشان ہیں۔ میں نے کہا، کوئی فکر نہ کرو۔ وہ ناراض ہوئے تو میں نے سمجھایا کہ وہ کیا کر لیں گے، وہ جتنی بھی گڑبڑ کر لیں، ہمیں اس کے توڑ کیلئے ایک پندرہ سالہ حافظ بچہ چاہیے اور دو تین بار سنا چکا ہو۔ وہ ایک بھی آیت اور نقطہ کا معنے نہیں جانتا، ان کے توڑ کیلئے وہ ایک "طوطا" کافی ہے، جسے قرآن زبانی رٹا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے خود چیلنج دیا ہے "ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ"۔ اسی طرح "انہ لکتاب عزیز" یہ "عزیز" کی کتاب ہے اور خود بھی "عزیز" ہے۔ "کتاب العزیز" بھی ہے اور "کتاب عزیز" بھی ہے۔ یہ رٹنا رٹانا بھی قرآن پاک کی حفاظت کا نظام ہے۔

شاہ عبد القادرؒ نے "فی صدور الذین" کی تشریح میں لکھا ہے کہ قرآن کی اصل جگہ سینہ ہے۔ کتابت قرآن کی مجبوری نہیں۔ یہ ہماری مجبوری اور ضرورت ہے۔ آجکل اسباب ہیں، کاغذ، سی ڈی، ڈی وی ڈی ہے۔ اگر یہ اسباب نہ رہیں تو بھی قرآن کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ کون سمجھنے کیلئے تیار ہے؟ شاہ ولی اللہؒ نے فرمایا، جن سے بات کی جا رہی ہو ان کی ذہنی سطح کا بھی خیال رکھنا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک عام آدمی کی سطح پر بات کی ہے۔ ہم جب ذات، صفات، توحید کو "شرح عقائد" میں بیان کرتے ہیں تو بڑے بڑوں کے عقل گم ہو جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ "مکڑی" کی مثال دے کر سمجھا رہے ہیں عام آدمی کو۔ مکڑی ستون، چھت کے ساتھ جالا بناتی ہے، ان کی مضبوطی پر اس کا دل نہیں ٹکتا۔ اسی طرح مشرک کا دل نہیں ٹکتا اور وہ کمزور کو خدا بناتا رہتا ہے۔

اسی طرح "مکھی" کی مثال دی کہ ان کے معبود "مکھی" بھی نہیں بنا سکتے، بلکہ اس سے اپنی چھینی ہوئی چیز بھی واپس نہیں لے سکتے۔ فرمایا — لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا لہ وان یسلبھم الذباب شیئا لا یستنقذوہ منہ ضعف الطالب والمطلوب۔ اللہ تعالیٰ عظیم معبودوں کی بے بسی کو اس طرح سمجھا رہے ہیں۔

ایک عباسی خلیفہ، ناک پر بیٹھنے والی مکھی کو اڑاتا رہا۔ تنگ آکر بادشاہی زبان بولا، کوئی بتائے اس کو پیدا کرنے کی ذرا کو کیا ضرورت تھی؟ ایک عالم نے فرمایا، ایک فائدہ تو ابھی سمجھ آگیا ہے، کہ آپ اتنی سلطنت کے باوجود اسکے سامنے عاجز ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے کس کو علم سکھایا؟ علّم آدم الاسماء کلھا۔ اب بھی بچے کو پہلے چیزوں کے نام بتائے جاتے ہیں۔ یہ تعلیم کا "زیرو پوائنٹ" ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اسی طرح ابتدا کی۔ فرمایا جیسے دیکھتا ہے تو آسمان کو، بادل کو، درخت کو، پانی، ہوا، سمندر کو دیکھ۔ قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کیا ہے، کوئی سمجھنے کیلئے تیار تو ہو۔

ترجمہ اور تفسیر کے حوالے سے ایک دو باتیں عرض کرتا ہوں۔ پڑھنا، سمجھنا، عمل کرنا۔ سمجھنے کیلئے چند اصول ہیں۔ ہم چودہ علوم پڑھنے کا کہہ کر ڈرا دیتے ہیں۔ دوسری طرف جو دو تین آیتوں کا ترجمہ کر لے، وہ "بھاری" بن جاتا ہے۔

کسی بات کے سمجھنے کا "لیول" اور ہے اور سمجھانے کا "لیول" اور ہے۔ مثلاً ملک کے قانون سے واقف ہونا ہر شہری کی ذمہ داری ہے۔ لیکن عام شہری عدالت میں جا کر قانون کی تشریح پیش کر سکتا، جب تک قانون دان نہ ہو، وہ ڈگری والا اور تجربہ کار نہ ہو۔ کسی بھی کلام کو سمجھنے کیلئے اسکی زبان جاننا ضروری ہے۔ اسکے علاوہ اُس درجہ کی زبان جاننا ضرورت ہے، جس درجہ کا وہ کلام ہے۔

ہر اردو پڑھنے والا، اقبالؒ کو نہیں سمجھ سکتا، غالب کو، مومن کو۔ اُن کو سمجھنے کیلئے اُس "لیول" کی اردو جاننا ضروری ہے۔ قرآن کو سمجھنے کیلئے اُسی درجہ کی عربی جاننا بھی ضروری ہے۔

دوسری بات یہ ہے، کہ اگر کوئی بات سمجھ نہ آئے، تو اس کے بولنے والے سے پوچھنا چاہیے۔ بات کی وضاحت کا حق "متکلم" کا ہوتا ہے۔ یہ اصول ہے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے، تو اس کو سمجھنے کیلئے اللہ کے رسول سے پوچھنا پڑے گا۔ اللہ کے نمائندے ہیں۔ "آیات" کا مطلب احادیث سے ملے گا۔ اسکی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً روزے کے متعلق "حتّٰی یتبیّن من الخیط الاسود من الفجر" سحری کے وقت کی نشاندہی تھی۔ حضرت عدی بن حاتمؓ نے سیاہ اور سفید ڈوریاں رکھ لیں، حالانکہ یہ مراد نہ تھی۔ ان کو صحیح مفہوم سمجھایا گیا۔

تیسری بات یہ ہے کہ بعض اوقات، پس منظر بدلنے سے لفظ کا معنی بدل جاتا ہے۔ ہمارے ہاں "مہتر" خاکروب کو کہتے ہیں، اور ایران میں "مہتر" "سردار" کو کہتے ہیں۔ ایک واقعہ ہے، معروف صحابی ہیں، وہ بدری تھے اور بحرین کے گورنر تھے، حضرت عمرؓ کے دور میں۔ شکایت ہوئی، کہ وہ شراب پیتے ہیں، وہ حضرت عمرؓ کے [illegible]۔ بلا کر پوچھا تو کہا ہاں۔ انما الخمر والمیسر ... جناح فیما طعموا میں ہے کہ اگر دیکھ لیں تو کوئی حرج نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، یہ مطلب نہیں، اگرچہ ترجمہ یہی ہے۔ اگر تم بدری صحابی نہ ہوتے، تو تمہاری

28 مئی 2013ء — ختم بخاری شریف

اشاعت القرآن حضرو

سب سے پہلے اُن طلباء کو جو درسِ نظامی کی تکمیل بھی کر رہے ہیں، میں مبارکباد دیتا ہوں اور دعا گو ہوں۔ یہاں پہلے بھی کئی بار حاضری کا اتفاق ہوا ہے لیکن وہ چہرے اب مجھے نظر نہیں آ رہے۔ حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحبؒ، مولانا محمد حیات صاحبؒ، مولانا عبد السلام صاحبؒ یہ ان کا صدقہ جاریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت تک اِس سلسلہ کو جاری رکھیں۔

یہاں بیان میرے لئے امتحان ہے لیکن مولانا ظہور الحق صاحب کا حکم ہے۔ یہ بڑے لوگ ہم چھوٹوں کو یونہی بڑا بنا دیتے ہیں۔ ایک روایت آپ نے پڑھی، ایک روایت میں بھی پڑھتا ہوں اور ملک کے موجودہ حالات پر بات کرنا چاہتا ہوں۔ آج ملک میں تبدیلیوں کی خواہش بھی ہے اور ہو بھی رہی ہیں۔ اللہ کرے کہ یہ ملک کیلئے بہتر ہوں، دین اور قوم کیلئے بھی۔

تبدیلیاں کیسے ہوتی ہیں اور ان کے اثرات کیا ہوتے ہیں۔ عدی بن حاتمؓ کی روایت ہے۔ حاتم طائی کا نام "سخاوت" کیلئے ضرب المثل ہے، حیا کیلئے حضرت عثمانؓ اور غیرت کیلئے حضرت عمرؓ کا نام۔ یہ نام اِن صفات کی علامت کے طور پر مشہور ہیں۔ حاتم طائی اہلِ حق میں سے تھے، پہلے بت پرست تھے، پھر عیسائی ہو گئے، جو حضورؐ سے پہلے اہلِ حق سمجھے جاتے تھے۔ اُن کی بیٹی "سفانہ" بھی صحابیہ تھی۔

حاتم طائی کے بیٹے، عدیؓ، معمر صحابہ میں سے تھے۔ ایک روایت کے مطابق 150 سال عمر تھی۔ اُن کی روایت ہے کہ حضورؐ بیٹھے تھے، میں بھی تھا، ایک آدمی آیا اور علاقہ میں فاقہ اور بھوک کی شکایت کی، دوسرا آدمی آیا اور ڈکیتی، لوٹ مار، قتل کی شکایت کی۔ اُن دونوں کو حضورؐ نے بیٹھنے کا حکم فرمایا اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا، "حیرہ" دیکھا ہے؟ کوفہ کے قریب۔ پھر فرمایا، عدی! اگر تجھے عمر عطا کی گئی، تو ایک منظر دیکھو گے، ایک خاتون "حیرہ" سے، زیور سے لدی ہوئی، اکیلی مکہ مکرمہ آئے گی۔ دورانِ سفر اسکے دل میں خدا کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا۔ میرے دل میں خیال آیا، کہ کیسے ہوگا؟ راستہ میں میری قوم کے بدمعاش بھی ہیں۔

پھر حضورؐ نے دوسری بات فرمائی کہ کسریٰ کے خزانے فتح ہونگے اور یہاں مدینہ میں تقسیم ہونگے۔ میں نے سوال کیا کہ کونسے کسریٰ کی بات فرما رہے ہیں؟ "ہرمز کے بیٹے کی؟" فرمایا، ہاں۔ پھر تیسری بات فرمائی کہ ایک منظر اور دیکھو گے، تم لوگ سونا، چاندی لے کر بازار جاؤ گے کہ کوئی زکوٰۃ لینے والا ہے، ایسا کوئی نہ ہوگا۔ محدثین نے فرمایا کہ بات فرمائی عدیؓ کو، لیکن سنائی ان دونوں سوال کرنے والوں کو، کہ کچھ صبر کرو، اسی درجے کا امن ہوگا اور فاقہ بھی نہ ہوگا، اسی درجہ کی خوشحالی ہوگی۔ حضرت عدیؓ نے یہ واقعہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں سنایا کہ پہلی دو باتیں میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں۔ ایک واقعہ لکھا ہے کتابوں میں، کہ حضرت عمرؓ ان خزانوں میں ایک چیز تلاش کر رہے ہیں کہ "سراقہ" کیلئے کنگن کا وعدہ ہے، وہ کنگن کہاں ہیں؟ یہ فکر ہی تھی کہ وہ نہ ہوں۔ حضرت عمرؓ کی ساری رات پریشانی میں گزری۔ صبح ایک سپاہی آیا، سلام عرض کیا اور کہا کہ تاخیر ہو گئی ہے، یہ امانت ہے جو کسریٰ کے کنگن ہیں۔

حضرت عمرؓ نے آسمان کی طرف دیکھا اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ میری فوج میں سپاہی اتنا دیانتدار ہے، اور ان کی دیانت پر یہ ملک چل رہا ہے۔ حضرت عمران بن عوفؓ نے عرض کی کہ یہ آپؓ کی دیانت ہے، جو سپاہی میں بھی ہے۔ تیسری بات بھی حضرت عمرؓ کے دور میں ہی پوری ہوئی۔

سیاسی معیشت کی بنیاد، دو کتابیں "کتاب الخراج" اور "کتاب الاموال" میں موجود ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا دورِ حکومت بھی ایک اہم مثال ہے، مسلمانوں کی خوشحالی کی۔ لیکن سب اسوقت ہے جب اسلام کی ساری تعلیمات پر خلوص سے عمل کیا جائے۔

21 مئی 2015

مرکز درخواستی حسن ابدال

دورۂ تفسیر کی اس تقریب میں عام طور پر ایک نام لیا جاتا ہے "حضرت شاہ ولی اللہؒ کا"۔ ہمارا یہ سلسلہ اور سند' اسی طرح احادیث کی سند بھی' آپؒ تک پہنچتی ہے۔ الشاہ کی بالخصوص' ہر مکتبِ فکر کی سند آپؒ سے ہو کر اوپر جاتی ہے۔

اس برصغیر میں ترجمہ و تفسیر مقامی زبان میں شاہ صاحبؒ نے کیا۔ عمومی طور پر مدارس کے طور پر پڑھانے کا آغاز کیا۔ آپؒ نے اس سلسلہ میں دو کام کئے۔ اُس وقت سرکاری زبان فارسی تھی' اس زبان میں پہلے ترجمہ کیا' اردو عوامی زبان تھی' اُن کے دو بیٹوں نے اردو میں ترجمہ کیا۔ شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ رفیع الدینؒ۔ بعض لوگوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر قرآن اردو میں نازل ہوتا' تو شاید شاہ عبدالقادرؒ والا ہوتا۔

عوام میں قرآن کا درس' شاہ عبدالعزیزؒ نے دیا' جو آپکے بڑے بیٹے تھے۔ بڑے بڑے شعراء اور ادباء' اردو ادب سیکھنے کیلئے آپ کے درس میں آتے تھے۔ اُن کا فیضان پورے برصغیر اور وسطی ایشیا' بلکہ مغرب میں جاری ہے۔ یورپ کی یونیورسٹی میں' آپ کی شخصیات پر پی ایچ ڈی ہو رہی ہے۔ اس پر میں دو باتیں عرض کروں گا۔

امریکہ کی ایک نو مسلم خاتون نے پی ایچ ڈی کیا' حجۃ اللہ البالغہ" کا انگلش ترجمہ کیا۔ میں اُس سے ملا ہوں۔ وہ کہتی ہے کہ مغرب میں اگر دین کی بات کرنی ہو' تو شاہ ولی اللہؒ کی زبان میں کرو' ورنہ کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ ایک اور برطانیہ کی عورت نے اسلام قبول کیا۔ اُس سے بھی میری ملاقات ہوئی۔ ہم نے اس کے سامنے یہ سوال رکھا' کہ مغرب کے سامنے' اسلام کی بات کیسے کریں؟ اور نئی نو مسلم کو کیسے سنبھالیں؟ اُن کو ہم صحیح تربیتی مشکلات کا کیا بتائیں؟

اس نے بھی یہی جواب دیا کہ شاہ ولی اللہؒ کی تحقیقات پیش کرو۔ شاہ صاحبؒ کی تحقیقات کیا ہیں؟ قرآن مجید خاتم المعجزات ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ" میں لکھا ہے کہ آنے والے دور میں معجزہ ہونے کی وجوہات اور ہوں گی اور وہ میرے دور میں شروع ہو گئی" جو قوانین معاشرے کیلئے اور جو احکام و قوانین پیش کئے ہیں' کوئی سوسائٹی' اُس کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔

قرآن کے بطور نظام حیات کے کامیاب ترین ہونے میں کوئی شک نہیں۔ کوئی ایسا مسئلہ نہیں' جس کا حل' قرآن میں نہیں۔ دوسرا یہ کہ انسانی سوسائٹی کے مسائل کا حل' جو قرآن نے پیش کیا ہے' وہ کوئی سسٹم پیش نہیں کر سکتا۔

اس نے فرمایا کیا ان کنتم فی ریب مما نزلنا۔ اس کا ترجمہ یہ کیا گیا ہے کہ کوئی ایک قانون لاکر دکھاؤ۔ اب اگر آپ حضرات نے قرآن پڑھنا ہے تو سسٹم کے حوالے سے پڑھاؤ۔ آج دنیا' اُس کی طرف واپس آنے پر مجبور ہو گئی ہے۔ "یورپ" نے معاشی نظام پر ایک کمیٹی بنائی ہے۔ اس نے کہا کہ قرآن پاک کے معاشی اصولوں کو اپناؤ' تو توازن پیدا ہوگا۔ اللہ کرے کہ ہم اس طرح پیش کر سکیں۔

اسی طرز پر حضرت لاہوریؒ' حضرت درخواستیؒ اور حضرت بنوریؒ وغیرہ نے پڑھایا ہے۔

4 جون 2016: بخاری شریف حدیث کی کتاب بھی ہے، فقہ کی بھی اور تاریخ کی بھی تصوف کی بھی۔ امام بخاریؒ بڑے باریک بین فقیہ ہیں۔ آپ

ختم بخاری شریف

حدیث بھی بیان کرتے ہیں اور استنباط بھی کرتے ہیں۔ بال کی کھال اتارنا، یہ فقہاء کا کام ہے، بلکہ کھال کی بھی کھال اتارتے ہیں

"کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان" والی روایت تین جگہوں پر ہے ایک جگہ فضائل ذکر میں ایک جگہ قسم کے باب میں اور ایک جگہ یہاں آخر میں پڑھی گئی ہے

بخاری شریف کا اول آخر ایمانیات پر ہے۔ آج کا ایک فتنہ ہے کہ عقیدہ کو قرآن سے ثابت کرو۔ امام بخاریؒ قرآن، حدیث، آثار صحابہ و آثار تابعین

سے عقیدہ کو ثابت کرتے ہیں۔ معتزلہ کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ جو بات عقل میں آئے گی وہ صحیح ہے۔ پہلے مانتے نہیں، تاویل کرتے ہیں اور تاویل نہ

ہو سکے، تو انکار کر دیتے ہیں۔ ان کی بنیاد "عقلیت" پر ہے۔ معتزلہ کا یہ خیال تھا کہ قول اور عمل تو اعراض ہیں جائیں گے، یہ تو کیفیات ہیں کیسے تولیں گے

آج سائنس نے ثابت کر دیا ہے کہ قول وغیرہ بھی ناپے جا سکتے ہیں، محفوظ رہ سکتے ہیں۔ قول و عمل دونوں ڈسکوں میں محفوظ ہو رہے ہیں۔ تو اس

حدیث میں وزن اعمال کا عقیدہ، آج سائنس بھی تصدیق کر رہی ہے

6 جون 2015: قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ کافر اسے سن کر مسلمان ہو جاتے ہیں۔ سرگودھا میں ایک سکھ، حافظ قرآن کا قرآن سن کر مسلمان ہو گیا ہے

دوسرائے صالح

منزل جامع مسجد میں چھوٹے چھوٹے بچے حافظ ہو رہے ہیں۔ امریکہ میں 6 سال کا بچہ میں نے دیکھا ہے۔ بنگلہ دیش میں ہمارے دوست ہیں، ایک مسجد میں تین

چار سال خطیب رہے۔ انتظامیہ نے نکال دیا تو ایک عمارت کرایہ پر لے کر حفظ شروع کرا دیا۔ اب ان کی 18 شاخیں ہیں اور 800 بچے حفظ کر رہے ہیں۔ رمضان

میں باقاعدہ تراویح ہوتی ہیں جن میں قرآن مجید سنایا جاتا ہے۔ ابھی میں پانچ جولائی کو امریکہ گیا، تو دو ہالوں میں مردوں، عورتوں کیلئے الگ تراویح شروع کرا دیں۔

17 جنوری 2015: حضرت درخواستیؒ کی جیل بھی نسبت ہوتی ہے، اسے اپنا گھر سمجھتا ہوں۔ یہ نسبتیں ہی ہماری متاع ہیں۔ حضرت درخواستیؒ آیت من آیات اللہ تھے۔ ان

مرکز درخواستی حسن ابدال

کے خادم کی حیثیت سے 18/20 سال کام کیا۔ یہی ہمارا اثاثہ ہے۔ ہمارے اکابر نے ہم تک بڑی محنتوں اور قربانیوں سے پہنچایا ہے۔

اپنے بچپن کی بات کرتا ہوں۔ ہمارا تعلق حضرت درخواستیؒ سے کیسے ہوا؟ 1960ء میں میں نے حفظ قرآن مکمل کیا۔ میرے حفظ کے استاد حافظ انور صاحب

50 سال سے مدینہ منورہ میں حفظ کرا رہے ہیں۔ ختم پر جلسہ رکھا گیا۔ جس میں ان کے استاد قاری رحیم بخش صاحب نے آنا تھا۔ اتفاقاً اس دن حضرت درخواستیؒ

کوہاٹ سے واپس آتے ہوئے، حضرت والد صاحب سے ملنے کیلئے ٹھہرے اور میرا آخری سبق سننا۔ میں سبق میں بھول گیا، تو حضرتؒ نے لقمہ دیا۔ اس وقت میری

عمر 12 سال تھی۔ 1962ء میں حضرت درخواستیؒ گوجرانوالہ تشریف لائے، دفتر ختم نبوت میں۔ وہاں میں بھی گیا اور کونے میں بیٹھ گیا۔ حضرتؒ نے مجھے بلا کر فرمایا

ادا "اذا امتلی لعصارکموا" ادھر آؤ۔ میں حیران ہو گیا کہ دو سال بعد مجھے پہچان لیا اور مجھے بھولنا یاد کرایا۔

انہی زمانے میں طالب علم جلسے روٹیاں مانگ کر لاتے تھے، میں خود مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ سے مانگ کر لاتا تھا۔ ہمارا آپس میں معاہدہ اور فرق تھا۔ جس گھر

میں روٹی پکی ہوئی نہ ہوتی، وہ جوتی یا دانے دے دیتے۔ وہ برے ہوتے، ہم دعا کرتے کہ یہاں روٹی نہ پکی ہوئی ہو۔ حضرت والد صاحب 1935ء کی بابت بتایا کرتے تھے

اب وہ دو قوتیں غیب ہو چکی ہیں۔ ایک طالب علم کو اس وقت چوتھائی روٹی ملتی، میں وہی روٹی "تحفتی" کو دیتا اور خود پرانی سبزی کھا لیتا۔ دوسرا قصہ بتایا

کہ دیوبند میں 61-1960ء میں پڑھا۔ دیار کٹنے کی گنجائش نہیں تھی میر انکی روشنی میں پڑھتا کرتے کرتے۔

ان عبادات اور مشقت میں اکابر نے پڑھا ہے۔ آج کی سہولتوں کو اللہ کی نعمت سمجھو، شکر بھی زیادہ کرو اور قدر بھی کرو۔
قدر یہ ہے کہ جس کام کیلئے آئے ہیں اُس مقصد کو پورا کرو۔ دوسری بات یہ کہ علم کیوں حاصل کرتے ہیں، اللہ کی رضا اور عمل کے لئے۔
یہ نیت ہو کر اس علم کو آگے پہنچائیں گے۔ ایسے پاس ہوا تو آگے پہنچائیں گے۔ دوسری چیزوں کی طرف بالکل توجہ نہ دیں۔
میرا اپنا واقعہ ہے۔ 1963ء میں میرا پہلا مضمون چھپا، تو میرا دماغ خراب ہو گیا، پڑھائی پر توجہ کم ہو گئی۔ والد صاحبؒ کو محسوس ہو گیا تو
مجھے کہہ کر گئے "سختی بھی کی" میں باز نہ آیا اور ایک سال ضائع کر دیا۔ ایک دن چچا جان نے سمجھایا کہ لکھنا اچھا ہے لیکن ایسے پاس کیسے ہو گا، تو لوگوں تک
پہنچاؤ گے۔ اور مثال دی کہ پانی کی ٹینکی کے آگے کوڑا، ٹونٹی بند ہو گی تو پانی آئے گا؟ یہ سن کر مجھ میں تبدیلی آئی۔
آپ بھی "نیم ملا" نہ بننا، ورنہ لوگوں کا ایمان بھی خراب کرو گے۔ اپنا وقت مطالعہ اور تکرار میں صرف کرو۔ یہ واقعہ نہ ہو تو آپ بنتے رہتے ہیں۔
تیسری بات یہ ہے کہ مجھ میں بھی "خوش لباسی" صاحبزادگی آ گئی۔ ٹاپ کلاس درزی سے کپڑے سلواتا، خوب بن ٹھن کر رہتا۔ نصرۃ العلوم میں طلبہ کی یونین تھی۔
ہفتہ وار تقریری نشست کرتے۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ ایک دفعہ مدرسہ میں آئے، میں نے بھی پانچ سات منٹ حضرت شیخ الہندؒ کے بارے میں دھواں دار
تقریر کی۔ صبح ناشتے کے بعد حضرت قاضی صاحب کے پاس گیا، تو مجھے فرمایا کہ تم نے رات اچھی تقریر کی، مگر بیٹا! شیخ الہندؒ ایسے نہ تھے، لباس کے حوالے سے فرمایا
تم اُن کا نمونہ بنو۔ ان دو جملوں نے میری زندگی بدل دی۔ ایک اللہ والے نے کس جذبے سے فرمایا۔ اور اب تک مجھے کبھی خیال نہیں آیا کہ کپڑے استری
بھی ہیں یا نہیں۔ ان لوگوں کے نقش قدم پر چلنا ہو گا، تب ہم میں وہ اثرات پیدا ہوں گے۔ اسلئے ان اکابر کا طرز زندگی اپنائیں۔
میں خطیبوں سے پوچھتا ہوں کہ خون کا گروپ کون سا ہے؟ ہمارے آج کل سات، آٹھ گروپ ہیں۔ دوسرا سوال یہ کرتا ہوں کہ انداز تقریر کیا ہے،
انداز بھی تین ہیں۔ دیوبندیت کے بھی آج بہت سارے ہیں، جیسے چار اندھوں نے ہاتھی کو چھو کر اپنا اپنا اندازہ بتایا، یہی حال دیوبندیت کا کر دیا گیا ہے۔
مجھ سے کوئی پوچھے تو دیوبندیت کا آئیڈیل "شیخ الہندؒ" ہیں۔

سوال و جواب :-

سوال :- قیامت میں اللہ تعالیٰ روح لوٹاتے ہیں؟
جواب :- روح کا لوٹانا اور چیز ہے۔ روح کا جسم سے تعلق اور چیز ہے۔ قبر میں روح کا تعلق ہوتا ہے اور قبر بھی برزخ کا حصہ ہے۔ جب قرآن
کہتا ہے کہ ان قبروں سے اٹھایا جائے گا، تو کسی تفسیر و تفصیل کی کیا ضرورت ہے
سوال :- حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہے کہ مردے ان قبروں سے سنیں گے، اور ہم گونگوں سے نہیں۔
جواب :- عام اموات کے سماع میں اختلاف، یہ صحابہ کے دور سے ہے۔ لیکن انبیاء کے سماع میں کوئی اختلاف نہیں۔
سوال :- حضرت نانوتویؒ نے "آب حیات" میں ان روایات کو ضعیف لکھا ہے۔
جواب :- ایک مسئلہ میں ضعیف اور دوسری سے تقویت ہوتی ہے۔ اس وجہ سے موضوع کے درجے کو دیکھنا ہوگا۔
سوال :- کیا ڈی۔این۔اے ٹیسٹ سے صحیح ثبوت ملتا ہے؟
جواب :- اس کی رپورٹ بطور شہادت استعمال نہیں ہو گی، البتہ اسکو بطور قرینہ درجہ حاصل ہو گا۔

سوال: فی زمانہ ٹی-وی کی افادیت کے بارے میں کیا رائے ہے؟ مفتی رشید احمدؒ اُسے بیت الخلاء کہتے تھے۔

جواب: ہم لوگ ناجائز کہتے ہیں، اس کی وجہ خرافات کا زیادہ ہونا ہے۔

سوال: بعض "جہاد" کو صحیح نہیں سمجھتے، آجکل کے موجودہ حالات میں۔

جواب: "جہاد" کا انکار کفر ہے، البتہ موجودہ عمل جہاد ہے یا نہیں، یہ متعین کرنا مفتیان کا کام ہے۔ اُن کی اکثریت کیا کہتی ہے؟ مثلاً بنوری ٹاؤن، دارالعلوم کراچی، جامعہ اشرفیہ وغیرہ

سوال: نصاب تعلیم کے بارے میں کیا رائے ہے؟ درس نظامی کے۔

جواب: ایک ہے اسکے مقصد کو ختم کرنا، وہ غلط ہے۔ ایک ہے اسکی افادیت کو بڑھانا، مثلاً اس میں انگلش، کمپیوٹر وغیرہ سکھانا۔ یہ صحیح ہے
کتابوں کی درجہ بندی کی جائے، جیسے مفتی محمد شفیعؒ نے فرمایا تھا۔ ہمارے ضرورت کے دائرے مختلف ہیں، ایک ہے صرف امام، خطیب بنانا، ایک تخصص کا درجہ
آج کے مسائل حل کرنے والے مفتی کے ہیں، وہ بھی بنانا ضروری ہے۔ ہم خود طلباء میں فارغ وقت میں یہ فروغ دے رہے ہیں، البتہ "وفاق" کا کام ہے کہ باقاعدہ
ترتیب بنائیں۔ طلباء دینی یونیورسٹی سے بہت سے کورس کر سکتے ہیں۔ عام سطح پر صرف عربی علوم کا امتحان پاس کرنا ہوتا ہے۔

سوال: جو علماء کفار سے دوستی کرتے ہیں، ان پر حملے کرنا کیسا ہے؟

جواب: دوسرے ملکوں سے تعلقات سے منع نہیں کیا گیا، البتہ دوستی اور چیز ہے۔ قرآن نے خود درجہ بندی کی ہے، جیسے روم اور ایران کے قصے میں۔

سوال: ڈاکٹر ذاکر نائیک کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اسی طرح غامدی

جواب: ڈاکٹر ذاکر نائیک دیوبندی نہیں ہے، وہ غیر مقلد ہے، البتہ دوسرے صاحب کا علم ہے۔ غامدی متجددین میں سے ہے، ضالّ اور مضلّ ہے، مطلب نہیں

متفرق تبصرہ: ٹی-وی وغیرہ کے بارے میں فتوے مختلف ہیں، جرم خروج [illegible]
بٹائی پر زمین کے متعلق امام صاحبؒ حرام کہتے ہیں، صاحبین جائز کہتے ہیں۔ بیسیوں مسائل میں یہ اختلاف موجود ہیں۔
اسی طرح بینک اکیلا ہے، تو عید قربان کی بنیاد پر فتویٰ نہیں ہوتا، بلکہ ملک کے بڑے مفتیان کا فتویٰ چلے گا۔ خوارج پاکستان کے موجودہ عمل
کے بارے میں بڑے مفتیان سے پوچھیں، میں فتویٰ نہیں دیتا۔ "خروج" کے بارے میں جو امام ابو حنیفہؒ نے شرائط لکھی ہیں، ان کو دیکھیں، احناف کی شرائط لکھیں
جو ان خروج کریگا، وہ "حنفی" نہیں رہیگا۔

سوال: قادیانیوں، شیعہ اور جماعتوں سے تعلقات کے بارے میں کیا رائے ہے؟

جواب: سب ایک درجے کے نہیں ہیں کہ ہر ایک کو کافر قرار دیں۔ شیعہ سارے من حیث المجموع کافر نہیں ہیں۔ ابھی یمن میں "زیدیوں" اور شیعوں کا جھگڑا چل رہا ہے۔
ایران زیدیوں کی مدد [illegible] ہے۔ تین عقائد والے کافر ہیں: تحریف قرآن کے قائل، حضرت عائشہؓ پر تہمت ماننے والے، سب ہی [illegible] کرنے والے

سوال: اللہ تعالیٰ کے وجوداً یا علماً موجود ہونے کے متعلق بتائیں؟

جواب: اکثر حضرات کا موقف یہی ہے کہ اللہ وجوداً ہر جگہ نہیں ہیں، علماً ہیں۔ شیخ [illegible] کا یہ عقیدہ ہے، متقدمین صوفیوں کا یہ عقیدہ ہے اور یہ جھگڑا
صدیوں سے چل رہا ہے۔ [illegible] میں جس کے مناسب [illegible] ہیں، اس کا عقیدہ ہے کہ جو وجوداً مانتا ہے، وہ کافر ہے۔

12/19

۱۴ اگست 2016ء ۔ موجودہ حالات کے تناظر میں چند باتیں عرض کرونگا ۔ چند لوگ ہماری نظر میں عالم ہیں اور موجودہ حکمرانوں کی نظر میں دہشت گرد ۔

جامعہ اسلامیہ راولپنڈی

اس ضمن میں ایک دو واقعات سن لیں۔ مولانا علی منصوری صاحب پولی ہسپتال میں ذیابیطس کے مریض رہے، میرا تو روز کو پادریوں کا ایک گروپ آتا، اپنی
پھول دیتے اور بائبل اور عیسائیت قبول کرنے کی دعوت دیتے۔ مسلمان کہتے ہیں کہ وہ بھی مسلمان ہوگئے تو میں نے ان سے سوال کیا کہ میں تو عیسیٰ
پر ایمان رکھتا ہوں اور ہمارا تعلق ان سے دوہرا ہے، حالی کے حوالے سے بھی اور حقیقی کے حوالے سے بھی۔ میری الجھن یہ ہے کہ مجھے آئیڈیل
کی تلاش ہے، اسوقت کی زندگی میں عیسیٰ آئیڈیل نہیں۔ میں شادی شدہ ہوں، وہ کنوارے ہیں۔ اقتدار کی صورت میں بھی راہنمائی نہیں۔ مجھے تو مکمل رہنمائی
صرف حضورؐ کی زندگی میں ملتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی زندگی پر جو علم ہے تو اس کیلئے مواد کہاں سے لیا، جب کہ صرف تین چار واقعات موجود ہیں، وہ مواد قرآن یا حدیث سے ہے۔
تیسری بات حافظوں کا جتھہ ہے۔ مسلمان جانتا ہے، خدا اور رسول نے کیا کہا۔ ہم نے بائبل سے کبھی نہیں پوچھا۔ ہم عیسائیوں سے کہتے ہیں کہ تمہاری کوئی کتاب محفوظ نہیں۔
ابھی گوجرانوالہ سے عیسائیوں کے رسالے نے لکھا ہے کہ ۱۹۵۰ء کے چھپے ہوئے نسخے میں ۱۹ آیتوں کو بدل دیا گیا ہے۔ ابھی ایک ایڈیشن میں یہ ہوا ہے تو ۱۹۰۰ سال
میں کیا حشر ہوا ہوگا۔ دنیا تسلیم کرتی ہے کہ قرآن غیر متبدل ہے اور حضورؐ کی ساری زندگی کا ہر پہلو محفوظ ہے اور رہنمائی موجود ہے۔

صرف بخاری شریف کو دیکھ لیں، پہلی حدیث سے آخر تک کوئی ایسا موضوع اور پہلو نہیں ہے جو موجود نہ ہو۔ صرف فہرست ہی کو دیکھ لو۔

آپ علماء حضرات اس پہلو سے بھی دیکھا کریں۔ شاہ ولی اللہؒ نے لکھا ہے کہ قرآن کا اعجاز ہے، ہر دور کے تقاضوں کے مطابق مواد موجود ہے۔
فرمایا آمیزہ اللہ دو سسٹم اور نظاموں کا دور ہے۔ آج کے دور کے تناظر میں آپ دیکھیں لیکن یہ اسوقت ہوگا جب آپ سنت کو جانیں اور سمجھنے کی کوشش کریں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو سنت کو چھوڑ کر قرآن کو دیکھے گا وہ گمراہ ہوگا۔ یزید بن سفیان نے شام کو فتح کیا تو پتہ چلا کہ دمشق کے ایک محلہ
میں لوگ شراب پیتے ہیں۔ آپ نے ان کو بلوایا اور پوچھا، انہوں نے کہا کہ ہمیں قرآن نے اجازت دی ہے اور آیت پڑھی انما الخمر والمیسر ...
رجس من عمل الشیطن ... لیس علی الذین امنوا فیما طعموا

لفظی ترجمہ یہی ہے۔ امیر یزید نے حضرت عمرؓ کے پاس بھجوا دیا۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں، انہوں نے حضرت عمرؓ کے سامنے بھی یہی جواب دیا تو حضرت عمرؓ
نے صحابہ سے رائے لی اور آخر میں حضرت علیؓ سے پوچھا، انہوں نے فرمایا انہوں نے قرآن میں تحریف کی ہے، توبہ کریں تو کوڑے لگائیں ورنہ قتل کردیں۔
حضرت عمرؓ کے فیصلوں میں حضرت علیؓ کی آراء کا زیادہ دخل ہے۔

قرآن کا ترجمہ حدیث کی روشنی میں ہوگا تب صحیح ہوگا اور وہ بخاری میں موجود ہے۔ جب حرمت کا حکم آیا تو پہلے عرب بہت شراب پیتے تھے۔
حضورؐ کو بھی جبریل نے پیش کی تھی، معراج کی رات، آپؐ نے نہیں پی۔ جب حرمت ہوئی تو تین دن تک مدینہ کی گلیوں میں شراب بہتا رہا۔ اس آیت پر کچھ
لوگوں کو اشکال ہوا کہ جو لوگ فوت ہوگئے یا شہید ہوگئے ہیں ان کا کیا بنے گا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تسلی دی ہے "فیما طعموا" کا تعلق
ماضی سے ہے اور یہ وضاحت بخاری میں موجود ہے۔ بسنت رسول میں ہے۔ سنت اور حدیث سب علوم کا سرچشمہ ہیں، یہ اصول دین ہے۔

نومبر 2016ء . علمائے کرام سے خطاب

مسجد اولیٰ اسلام آباد

خلافت کے نفاذ اور شریعت کے قانون کیلئے رکاوٹ کا اعلان مغربی طاقتوں نے کر رکھا ہے۔ پاکستان میں خلافت کے احیاء کیلئے تقریباً
دس، گیارہ فورم ہیں، مختلف مکاتب فکر کے۔ مولانا عبدالستار نیازی صاحب نے تقریباً 20 سال کام کیا ہے۔ جمعیت علمائے پاکستان کے سیکرٹری جنرل رہے
تھے کہ دو ترک میں بھی مصروف رہا ہوں۔

میں نے ایک مشترکہ اجلاس میں کہا کہ میں خلافت کے احیاء کے حق میں ہوں، خلیفہ کے حق میں نہیں۔ اور ہمارے ہاں اجلاس میں دس گیارہ خلیفہ ہیں۔
عبدالعزیز عرف لالکہ جماعت ہے، جنہوں نے خلافت کیلئے ایک بڑی ریلی نکالی۔ ریلی کے بعد دیکھا، ایک شخص بے حد خوب تیار اور کہا میں خلیفہ ہوں بیعت کرو
شریف مکہ کو جب ترکوں سے باغی کرایا گیا، تو اس دین پر کہ "الخلافۃ من القریش"۔ انگریزوں نے اس کے خلافت کے دعوے پر اسے گرفتار کر لیا
اور بیٹوں کو عدن قید بانٹ دیا۔ جب شاہ عبدالعزیز سعودیہ کا حکمران بنا تو تیرہ ممبر علماء اس کے پاس گئے کہ "فتح حرمین"۔ انہوں نے شاہ ولی اللہؒ سے
مطالبہ کیا کہ آپ خلیفہ بنیں، ہم بیعت کرتے ہیں، تو انہوں نے انکار کر دیا۔ گزشتہ 90 سال سے صرف مراکش کے حکمران امیر المومنین کہلواتے رہے
ابھی افغانستان میں جب ملا عمر برسر اقتدار آئے تو ان سے بھی خلیفہ بننے کا مطالبہ کیا گیا، لیکن انہوں نے انکار کر دیا کہ اس کیلئے عالم اسلام
کا اتفاق ضروری ہے۔ خلیفہ کیلئے فقہاء نے دو شرطیں لکھی ہیں کہ خود اہل ہو اور امت قبول کرے
خلافت کے تاثر سے ہٹ کر اسلامی حکومت بنانے کی کوشش اسلئے کی گئی ہیں کہ اس نام سے الگ رہ کر اس کے مقاصد حاصل کئے جائیں
خلافت اور امامت کا اختلاف شیعہ سنی اختلاف کی بنیاد ہے۔ شیعہ کے نزدیک نسلی، خاندانی اور معصوم امام کا تصور ہے
خلافت راشدہ کا آغاز حضرت ابوبکرؓ سے ہے، دینی نکتہ آغاز ہیں۔ سوال ہوتا ہے کہ حکمرانی کا جواز کیا ہے؟ وہ امت کے عمومی اعتماد
پر خلیفہ بنے۔ ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں عوام انتخاب (چنیں) حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں کہ خواص انتخاب کریں
شیعوں نے امامت کا لفظ اختیار کئے بغیر ہمارا دستور بنایا ہے اور ہم نے بھی خلافت کا لفظ اختیار کئے بغیر دستور بنایا ہے۔ قرارداد
مقاصد کے چھ نکات دستور کی بنیاد ہیں، ہمارے دستور میں، حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ہے، سربراہ عوام منتخب کریں گے، ملکی قرآن و سنت کی پابندی ہو گی
آج مشرق وسطیٰ کی دستوری جنگ کی بنیاد خلافت و امامت ہے۔ امامت کی بنیاد خاندانی ہے، ذی وحی رسول اللہ ہیں، امام ہیں۔
حکومت کا کوئی اختیار اور صوابدید نہیں۔ صرف نسب اقتدار کی بنیاد ہے۔ امام جو کہہ دے اس سے اختلاف نہیں کیا جا سکتا۔
ہمارے ہاں خلیفہ مجتہد ہوتا ہے، اس پر اعتراض کا حق ہوتا ہے، اس کی رائے سے اختلاف ہو سکتا ہے۔ اس کیلئے حضرت ابوبکر صدیقؓ
اور حضرت عمرؓ کے پہلے خطبے شامل ہیں۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کا آخری خطبہ بھی۔ یہ تین خطبے پڑھنے سے ہمارا سیاسی نظام سمجھ آ رہا ہے۔
حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ذاتی صوابدید کوئی نہ تھی۔ فرمایا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر چلوں تو اطاعت کرو، ورنہ نہیں۔ یہ عوام کا حق ہے مجھے سیدھا کر دو
امام معصوم کا مطلب اس کی رائے کا حرف آخر ہونا ہے، اسے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔ ہمارے دستور کا فرق اور رخ خلافت والا ہی ہے
اگرچہ نام نہیں۔ شیعوں کے ہاں حاکمیت اعلیٰ امام غائب کی ہے۔ جب تک وہ نہ آئیں گے عارضی طور پر "ولایت فقیہ" ہو گی جو ایران کے
دستور میں تحریر ہے۔ وہ سارے اختیارات استعمال کرے گا۔ اور اس کے آگے فقہاء منتخب کرتے ہیں۔ وہ پہلے خمینی تھے اب "خامنہ ای"۔

اب ہمارے ہاں کوئی کام صدر لوٹ ہو چکا ہے۔ ان کیلئے اب یہ مسئلہ بنا ہوا ہے کہ یہ مر گیا تو خمینی کون ہوگا اور کون حق ادا کرے گا۔ اس

کو "رہبر انقلاب" بھی کہتے ہیں اور وہی امام حسین کے درجے پر ہے۔ وہ پریذیڈنٹ مقرر کرتا ہے، خواہ سپریم کورٹ کا ہو یا پارلیمنٹ کا۔

ایران کے ملکی دستور کو پڑھنا چاہیے تا کہ آپ کو علم ہو۔ انہوں نے یہ سسٹم بنا کر پھر اسے کامیاب بھی بنایا ہے۔ اُن کے ہاں خمینی اور

دو کمیں ہیں؛ لیکن ہمارے ہاں کچھ بھی نہیں۔

عبدہ عارف الحسینی اس وقت زندہ تھے۔ ایران کے خطیب "جنتی" کو کہا گیا کہ پاکستان آ کر شیعوں، سنیوں کی صلح کرا دیں، لیکن انہوں نے

انکار کر دیا۔ مجھ سے ایرانیوں نے ایک خطرناک سوال کر دیا، کہ ہم نے 17 سال میں انقلاب برپا کر دیا، آپ نے 35 سال میں کیا کیا؟

(یہ طاہر القادری بھی اُن کی نقل کرنا چاہتا ہے) کیا کہ آپ میں کوئی ایسا بندہ نہیں، جو "خمینی" بن سکے۔ یہ 1987ء کی بات ہے۔ میں نے کہا

کہ 1977ء کے بعد دو آدمی تھے۔ مفتی محمود اور شاہ احمد نورانی؛ اگر دونوں ساتھ چلتے، تو وہ بن جاتے۔ اگر ایک ہوتا، تو بھی بن جاتا۔ مگر یہاں

ایک آدمی آگے بڑھتا ہے، تو اُسے پیچھے کھینچنا شروع کر دیتے ہیں۔

دوسرا سوال یہ کیا کہ ہم تین طبقے تھے: کمیونسٹ، نیشنلسٹ اور علماء۔ ہم نے مل کر انقلاب برپا کیا۔ شاہ کو بھگا کر کمیونسٹ بھگائے

پھر نیشنلسٹ (بنی صدر والے) بھگائے اور خود برسرِ اقتدار آ گئے۔ آپ نے کیا کیا، پاکستان بن گیا، تو چوروں نے بنا لیا اور حکومت کے لئے فوقی بن گئے، ناکام ہوئے

ایران پورے مشرقِ وسطیٰ میں چار (4) حکومتوں پر قبضہ کر چکا ہے۔ عراق، شام، لبنان اور یمن (حوثی اور زیدی)۔ حالانکہ زیدی

ایران کے دستور میں اقلیت ہیں، لیکن یمن میں اُن سے تعاون کیا جا رہا ہے۔ پارلیمنٹ میں یہ بات ایرانیوں نے خود کی ہے۔ اب "بحرین" کی

تیاری ہے، جس دن انتخابات ہوئے، شیعہ کامیاب ہو جائیں گے۔

یہ بھی دیکھنا ہے "داعش" کیا ہے؟ عراق میں "صدام" حسین سنی تھا اور "مالکی" غالی شیعہ ہے۔ "داعش" اس کا ردِ عمل ہے۔ شام میں بھی

عراق، شام کے مظلوم سنی اکٹھے ہو کر ایک قوت بنے ہیں۔ امریکہ کی پالیسی ہمیشہ سے یہ ہے، کہ جب کوئی ایسی طاقت اٹھتی ہے، وہ اُسے

اپنے دائرے میں لانے کی کوشش کرتا ہے، جیسے افغان طالبان کے بارے میں کیا۔ ان کو بھی مختلف مستقل کرنے کی کوشش کی، جو کہ بہر حال کچھ حد تک کارروائی کر دی۔

دوسری بات امریکہ یہ دیکھتا ہے کہ کوئی ایسی طاقت، جو کہ کام میں رکاوٹ تو نہیں۔ اگر رکاوٹ ہے تو پھر بھی آپریشن کرتا ہے۔ امریکہ

کا ایجنڈا مشرقِ وسطیٰ کی نئی تقسیم ہے۔ اگر "داعش" اس خاکے پر آ گئے، تو امریکہ انکو اقتدار میں لے آئے گا (اگر تیل کے ذخائر انکے قبضہ میں ہوں)۔

اگر پاکستان میں مجاہدین کی بنائی ہوئی، تو وہ کسی کی طرف دیکھیں گے؟ افغان طالبان اگر ان کو قبول نہ کریں گے، تو وہ ادھر ہی جائیں گے

(داعش کی طرف)۔ پاکستان میں فی الحال داعش بطور گروپ موجود نہیں۔ بین الاقوامی سیاست ایک طرح کی شطرنج ہے۔

معاہدہ لوزان میں طے تھا کہ ترکی تقسیم نہیں ہوئے دیں گے، ترکی خود مختار اتحادی تھا۔ مصطفیٰ کمال کا بڑا خیال خود کو

کا نہ تھا، وہ پارلیمنٹ کو با اختیار بنانا چاہتا تھا۔ اس وقت اتحادیوں نے نہ دیا اور اصرار کیا کہ خلافت شریعت ختم کرو، تب ہم ترکی خالی کریں گے۔

پاکستان میں بھی ہو سکتا ہے، جو بین الاقوامی طاقتیں چاہیں گی۔ اگر جمہوریت مسلم ممالک میں آ جائے، تب بھی اسلامی دور چلے گی۔ عمران خان ہوں یا کوئی فرق

نہیں پڑے گا۔ الجزائر میں باوجود اکثریت حاصل ہونے کے اسلامی تحریک کو حکومت دینا رد کر دیا گیا۔ مثال موجود ہے۔

15/19

26 اگست 2006ء بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ و لقد یسرنا القرآن للذکر فہل من مدکر۔

جامعہ مدنیہ اٹک

یہ تقریب دو عنوانوں سے ہے، فہم دین کورس اور عقائد علمائے دیوبند۔ امام العارفین حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ کا فیضان
تیسری نسل سے بھی دیکھنا شروع ہوگیا ہے۔ "عقائد علمائے دیوبند" والے موضوع کے متخصصین مولانا طحاوی تھا اور عبدالحق خان بشیر اسی پر بیان کرینگے
ایک ہیں عقائد، ایک ہیں اصول۔ عقائد کی بنیاد کیا ہے؟ اہلسنت اور معتزلہ کا اصل جھگڑا یہی تھا کہ عقائد قرآن و سنت
کے تحت ہونے ہیں یا عقل کے مطابق۔ اگر قرآن و سنت والی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی، اسے ماننا چاہیے یا نہیں؟ ہمارے نزدیک سمجھ آئے
یا نہ آئے، اُسے ماننا ضروری ہے۔ عقل بات سمجھنے کیلئے ہے، فیصلہ کیلئے نہیں۔

یہ دن ختم بخاری شریف کے ہیں۔ میں نے طلباء سے کہا ہے کہ امام بخاریؒ نے آغاز ایمان سے کیا ہے، توحید سے اور آخری باب
میں توحید کا رد کرتے ہیں۔ کتاب الرد میں۔ آغاز توحید کے اثبات سے ہے۔ آخر میں توحید کے رد میں جو بھی اسقدر مدت ہیں، وہ
جاہلیت اور معتزلہ کی توحید کے ہیں، اُن کا رد کیا گیا ہے جن کی بنیاد عقل تھی۔
جیسے "جہمیہ" کہتے ہیں، اللہ سمیع ہے، بصیر ہے، یہ تشریح کی ہے اس لئے کہ ہم بھی سمیع بصیر ہیں۔ انہوں نے توحید کیلئے صفات کا انکار کیا ہے۔
امام بخاریؒ نے اس قسم کی توحید کا رد کیا ہے۔

اصول عقائد کے طور پر امام بخاریؒ نے تین چیزیں پیش کیں۔ قرآن کی آیات، حضورؐ کے ارشادات اور صحابہؓ و تابعین کے اقوال۔ گویا عقیدہ
کی تشریح ان تین چیزوں سے ہوگی، اس کے علاوہ کوئی عقیدہ قبول نہیں ہوگا۔ آجکل لوگ فہم قرآن کے حوالے سے افراط و تفریط کا شکار ہیں
ایک طرف موقف یہ ہے کہ فہم قرآن و حدیث کیلئے 17 علوم ضروری ہیں، دوسری طرف چند آیات کا مفہوم سمجھنے والا مفتی اور دانشور بن جاتا ہے۔ حالانکہ
فہم اور چیز ہے، تفہیم اور چیز ہے۔ قرآن کے واضح احکام نماز، روزہ، حلال حرام وغیرہ کا فہم عام مسلمان کو بھی ہوتا ہے۔ ترجمہ اور چیز ہے، اُس
سے مراد اور مفہوم اور چیز ہے۔ اس کیلئے ضروری علوم پڑھنے کے بعد صلاحیت حاصل ہوتی ہے۔ ہمیں اکابر کی تحقیقات پر عمل کرنا ہے، تحقیق نہیں کرنی۔

13 اگست 2014ء۔ "مولانا مفضل علی قریشی" حضرت مولانا نانوتویؒ کے ہم سبق تھے۔ سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ" مولانا عبدالمالک صدیقی"

چارسدہ شبقدر

آپ کے خلیفہ تھے۔ مسکین پور نزد دتوانی ضلع مظفرگڑھ خانقاہ ہے۔ مدرسہ بھی ہے اور سلسلہ کے بزرگوں کے مزارات بھی ہیں۔
"مولانا عبدالحی فاروقی" مولانا حبیب اللہ سعدیؒ کے شاگرد تھے، تفسیر اور مجموعہ اداریہ، اسی طرح خطبات جمعہ
شائع کئے ہیں۔ ایک مستقل رسالہ "شاذلی" مسلسل کراچی سے شائع ہوتا ہے

مغربی تہذیب کے صحیح نقاد علامہ اقبال" مولانا ابوالحسن علی ندوی اور مودودی صاحب تھے اور عرب میں سید قطب۔
حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی رائے، مودودی صاحب کے بارے میں صحیح ہے، وہ فرماتے ہیں کہ متفکر ہے لیکن مفتی نہ بنے

13 اگست 2016ء ۔ قرآن مجید میں ہے: علّم آدم الاسماء کلها۔ دوسری جگہ ولقد کرمنا بنی آدم ہے۔ انسان کا امتیاز، علم کا وصف ہے باقی مخلوقات کے مقابلے میں۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

انسان کیلئے پہلا سبق بھی ہے "اقرأ باسم ربك الذي خلق"۔ ان آیات میں تین لفظ ہیں۔ قرأت، علم، قلم۔ تعلیم کا آغاز تلاوت سے ہوتا ہے، پھر قلم سے۔ فرمایا گیا "یتلوا علیهم آیاته"۔ اس میں اعلان بھی ہے، حیثیت بھی ہے اور احترام بھی ہے۔

"ناظرہ" پڑھنا ضروری ہے اور صحیح پڑھنا یعنی تجوید۔ ہر زبان کا اپنا لہجہ ہوتا ہے، حروف صحیح ادا نہ ہوں تو لفظ صحیح نہیں بنتا، معنی بدل جاتا ہے۔

اسی طرح کچھ نہ کچھ قرآن مجید یاد بھی ہونا چاہیے۔ کم از کم فجر تا عشاء کی نمازوں کو صرف دو تین سورتوں سے نہ پڑھیں بلکہ حضورؐ کی سنت کے مطابق، جو سورتیں وہ پڑھتے تھے، اتنا تو یاد ہو۔ کم از کم ایک پارہ امام صاحب کو یاد کر لینا چاہیے۔

اس مدرسہ سے بچوں کے ساتھ ساتھ بڑے بھی فائدہ اٹھائیں۔ تلفظ درست کریں اور کچھ حفظ بھی۔ دوسری درخواست "درس قرآن" کے متعلق ہے۔ قرآن کو سمجھنے کی کوشش بھی کریں۔ ہم قرآن میں اللہ تعالیٰ سے باتیں کرتے ہیں، اسی طرح نماز میں۔ قرآن کا عنوان "ھدًی للمتقین" ہے۔ اسی طرح فرمایا "ھدًی للناس"۔ ہر [illegible] کیلئے، انسانوں کی ہدایت کیلئے ہے۔ جیسے ٹرانسفارمر پورے گاؤں کیلئے ہوتا ہے، لیکن فائدہ وہ اٹھاتا ہے جو جیسا لگوائے گا۔ قرآن طرز زندگی کیلئے رہنما ہے۔

"ھدًی" کیا ہے؟ زمین پر سب سے پہلے دو انسان آئے، آدمؑ اور حوا۔ آج سب ان سے انسان ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے دن دو باتیں فرما دیں۔ ایک یہ کہ زمین پر رہنے کیلئے محدود مدت ہوگی، پھر واپس آنا ہوگا۔ دوسرا یہ کہ میری طرف سے ہدایت آئیگی، جو مانے گا کامیاب اور نہ ماننے والا ناکام۔

آپ حضرات درس میں ترجمہ سنیں اور اس پر عمل کریں۔ ایک گذارش درس دینے والوں سے ہے کہ آسان طرز زندگی سمجھائیں۔

13 اگست 2016ء
بعد عصر یکجہتی نشست
کارکنان

شاہ ولی اللہؒ نے فرمایا کہ تذکیر بایام اللہ اہم موضوع ہے۔ میں بھی 45 سال کی یادداشتیں دہراتا ہوں۔ 1973ء کے دستور کی تشکیل میں اکابر کا کردار کیا تھا؟ 1970ء کے انتخابات میں جمعیت کو مرکز اور دو صوبوں میں کچھ سیٹیں مل گئیں۔ انتہائی فراست اور حکمت عملی سے صورتحال کا جائزہ لے کر سرحد، بلوچستان میں اپنے اتحادی "ولی خان" کے ہمراہ حکومتیں تشکیل کریں۔ مرکز کے عدم تعاون کی وجہ سے وہ حکومتیں ختم ہو گئیں۔ ایک توڑی گئی، دوسری خود مستعفی ہو گئے۔

مفتی محمود صاحب اپوزیشن لیڈر بن گئے۔ دستور سازی کا مرحلہ آیا تو پیپلز پارٹی کی اکثریت تھی، جو اسلامی سوشلزم کی علمبردار تھی۔ وہاں قرارداد مقاصد زیر بحث آئی، اسی طرح دین کی تعریف۔ اپوزیشن میں صرف 26 اراکین تھے، دوسرے مسالک کے بھی تھے۔ ان مسالک نے اتحاد کر لیا اور حکومتی پارٹی کی سازشیں ناکام بنادی۔ پھر اراکین اسمبلی کو دولت کے ذریعے خریدنے کی کوشش شروع ہوئی، خصوصاً بلوچستان سے۔ قوم پرستوں کو مذہبی شدت کے نام سے ڈرایا، لالچ دی۔ وہ بھی قابو نہ آئے۔ پھر غنڈہ گردی کی گئی۔ مفتی صاحب کو اسمبلی سے اٹھا کر باہر پھینکا گیا تو اسمبلی کا بائیکاٹ ہو گیا، جس کی وجہ سے دستور نہیں بن سکتا تھا۔ سرحد، بلوچستان کی اتحادی حکومتوں نے "مفتی صاحب" کا [illegible] کے مطابق بھرپور ساتھ دیا۔ اسی طرح شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب، حضرت مفتی محمود صاحب، شاہ احمد نورانی وغیرہ نے انتہائی تدبر، فراست اور حکمت عملی سے دستور کو "اسلامی" بنوایا۔ پوری تفصیل شیخ الحدیث کی چھپی ہوئی تقریر میں موجود ہے۔ اسے پڑھیں اور ان بزرگوں کے طریق کار سے رہنمائی لیں، ان کے نقش قدم پر چلیں۔

۲۶ اگست ۲۰۱۴ء — مولانا حمید جان صاحب نے بڑا حساس اور طویل موضوع چھیڑا ہے۔ میں بھی اس کے ایک دو پہلوؤں پر بات کروں گا کیونکہ میں بھی ایک چھوٹا سا تجربہ رکھتا ہوں

مسلم کالج چارسدہ

اصل میں وقت اپنی برادری کے بیچ بیٹھا ہوں۔ اسلئے بے تکلفی سے بات کروں گا۔

جہاں تک تعلق ہے کہ ہم یوم آزادی کے موقع پر مل بیٹھے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ آزادی کیا ہے؟ اور اسکے مقاصد کیا تھے؟ اسکے علاوہ ایک اور جیسا بہت سے لوگوں نے سکول اور مدرسہ کی ... اور مدرسہ میں یکجہتی کی۔ ابھی مولانا ایک بڑا نام لے رہے تھے مولانا محمود حسن صاحبؒ شیخ الہند کا جنہوں نے اس خلیج کو پاٹنے میں بڑا کردار ادا کیا ہے۔ اسمیں چارسدہ کا بھی حصہ ہے۔ جس ۱۹۱۶ء کی طرف اشارہ کرتا چلا ہوں گا۔

کہا جاتا ہے کہ آپؒ نے اسارت مالٹا کے بعد یہ موقف اختیار کیا تھا کہ اس ملک کی آزادی کیلئے ان دو طبقوں کو اکٹھا ہونا چاہیے۔ یہ نظریہ درست نہیں ہے۔ آپؒ کا یہ نظریہ اسارت سے پہلے ہی تھا۔ تحریک ریشمی رومال ایک خفیہ تحریک تھی اسکی بنیاد صرف ملا پر نہ تھی۔ گورنر پنجاب کا کہنا تھا کہ اگر تحریک نہ پکڑی جاتی تو ہم ہار جاتے۔ اسی تحریک میں خان عبدالغفار خان صاحب کا بہت حصہ تھا۔ وہ خود کو شیخ الہند کا ساتھی کہتے تھے۔ اگر ۱۹۱۶ سے آج تک بیان کروں تو بہت وقت چاہیے۔

آج ہم کس حال میں ہیں؟ کیا حالت ہے؟ اس پر دو تین باتیں عرض کروں گا۔ ایک معلم کے طور پر ہمارا کردار کیا ہے۔ آپؐ کی بعثت دنیا سے ۱۴۰۰ سال پہلے۔ معلم کائنات نے فرمایا "بعثت معلما" مجھے استاد بنا کے بھیجا گیا ہے۔ یہ بڑی سعادت کی بات ہے کہ ہم بھی اسی معزز طبقے میں شامل ہیں۔ معلم نے تعلیم بھی دینی ہے، تربیت بھی کرنی ہے اور رہنمائی بھی کرنی ہے۔

معلم سوسائٹی کا رہنما ہے، جبکہ بدقسمتی سے اب ہم صرف کلاس روم کے ٹیچر ہیں۔ جبکہ ٹیچر سٹوڈنٹ کا آئیڈیل بھی ہوتا ہے۔ ایک بچے کیساتھ کیا ڈیلنگ کرنی ہے۔ پہلا درجہ اسکو صحیح انسان بنانا ہے، اسکے بعد صحیح مسلمان۔ اسمیں اصطلاحاً تو فرق ہے، حقیقتاً دونوں ایک ہیں۔ انسانی اقدار سکھائی جائیں عقائد، اخلاق، عبادات، معاملات، دیگر معاملات جیسے ہوں، حضورؐ کی سنت مبارکہ کی روشنی میں۔

تیسرا اسکو صحیح پاکستانی بنانا ہے۔ فکری، معاشی، معاشرتی، اخلاقی لحاظ سے وہ ایک صحیح شہری ہو۔ چوتھی بات یہ ہے کہ اسکے اندر ایسی صلاحیت پیدا ہو کہ ایک باوقار زندگی بھی گذار سکے، اسکا روزگار صحیح ہو۔ اس کو اسکی صلاحیتوں کے مطابق رہنمائی بھی کرنا ہوگی۔ پانچویں ذمہ داری یہ بھی ہے کہ اُسے بتایا جائے کہ سوسائٹی کی ضروریات کیا ہیں؟ جج، ڈاکٹر، انجینئر وغیرہ کتنے چاہییں سوسائٹی کو۔ جبکہ آج ایک رخ دیکھ کر سب وہی بننا چاہتے ہیں اسلئے تو ذہن لینی ہے۔

یکجہتی کیلئے جہت بھی چاہیے، جبکہ ہم شش جہات ہیں، ہماری جہت یکی ہے نہ قومی، نہ فکری، نہ دانش کے لحاظ سے اور ہماری قوم ہمارے درمیان منتشر کھڑی ہے۔ ہم یکجہتی کی بات کرتے ہیں لیکن یک جہت نہیں۔ قومی سطح پر بھی اور بین الاقوامی سطح پر بھی۔

آج سے ۴۰/۳۰ سال پہلے اور اب میں دو تین فرق ہیں۔ پہلے جو بچہ سکول آتا تھا وہ خالی الذہن ہوتا تھا، اب وہ پہلے ہی کچھ ذہن بنا کر آتا ہے۔ موجودہ نسل ذہانت میں ہم آپ سے بہت آگے ہے۔ تجسس، سوال، ماحول کا تجزیہ اب وہ کر رہے ہیں، انکے جوان ہوتے تک شاید انقلاب آ جائے۔ میرا اپنا پوتا ۴/۵ سال کا ہے۔ وہ لیپ ٹاپ لا کر مجھے پاس ورڈ کھول دیں۔ آج کے بچے کے ذہن میں بہت کچھ فیڈ ہوتا ہے۔

تیسرا فرق یہ ہے کہ میڈیا کی کثرت سے اور انٹرنیٹ کیفے ورک اور موبائل کی وجہ سے ذرائع معلومات ہمارے علاوہ بھی ہیں۔ پہلے صرف ہم معلومات کا ذریعہ تھے۔ یہ تبدیلی ہمیں بھی سمجھنی۔ اب انکے پاس بہت سے ذرائع معلومات ہیں، میڈیا ہے، ٹیکنالوجی ہے، پروگرام ہیں کیونکہ آج بچے معلومات کے سمندر میں

ان کو صحیح معلومات فراہم کرنی میں اپنی جمعیت سے نکالتا ہے۔

ایک اور بات یہ ہے کہ تعلیم دونوں ضروری ہیں، جسم کیلئے بھی اور روح کیلئے بھی۔ مغرب صرف مادہ کی بنیاد پر تعلیم دیتا ہے، صرف جسم کے لئے، لیکن روح کی تعلیم بھی ضروری ہے۔ مغرب فرد کے گرد گھومتا ہے۔ مثال کے طور پر دیکھیں، خاندان ایک یونٹ ہے، ہمارے نزدیک خاندان کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ گھر بنانے کیلئے کتنی ضروریات ہوتی ہیں، گھر بننے کے لئے اسباب اور ہیں اور اس میں بسنے کیلئے اسباب اور ہیں۔ اب برکت نہ ہونے کا گلہ ہے۔ برکت کیسے ملے گی؟ حضور ﷺ کے دو ارشادات ہیں۔ ایک جگہ فرمایا، جس گھر میں تلاوت قرآن نہیں، وہ اُجڑا ہوا ہے۔ دوسری جگہ فرمایا گھروں میں نماز پڑھا کرو، ان کو قبرستان نہ بناؤ۔ برکت کے اسباب یہ ہونگے۔

میں آج سائنس کی دنیا کی نفی نہیں کرتا۔ اسکا "سبجیکٹ" کیا ہوتا ہے مثلاً میڈیکل سائنس، جسم سے بحث کرتی ہے۔ جسم کیا ہے؟ لیکن جسم کیوں ہے؟ اس پر کون بحث کرتا ہے؟ اس کیوں کا جواب ہم سے ہے۔ قرآن اسکا جواب دیتا ہے۔ کیا ہے؟ کون ہے؟ ساخت کہاں کا ہے؟ قرآن و حدیث کے بغیر ان تینوں سوالوں کا جواب نہیں ملے گا۔

مثلاً ہمارے ملک کا سب سے بڑا "کرپشن" ہے "گڈ گورنس" ہے۔ گڈ گورنس کیلئے ہمیں حضرت عمرؓ کا دروازہ کھٹکھٹانا ہوگا۔ جب ہم ایک دوسرے کی نفی کرنے لگتے ہیں تو مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ ہمیں ایک دوسرے کو تسلیم کرکے مسائل کا حل سوچنا ہوگا۔ ہر مسئلہ ضرور حل ہوگا۔ یورپ نے معاشی مسئلہ کا حل اسلامی تعلیمات پر عمل کر کے پایا۔

سوال و جواب :- آپ نے فرمایا ہے کہ عصری تعلیم کی بھی ضرورت ہے۔ "طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم و مسلمۃ" کا مفہوم صرف دینی تعلیم ہے یا دنیاوی بھی۔

جواب :- میں نے ابھی عرض کیا تھا، دونوں ضروری ہیں۔ قرآن مجید میں دعا ہے "ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الآخرۃ حسنۃ"۔ "حسنۃ" سے یہی مراد ہے۔

سوال :- کمیونزم، سوشلزم، کیپٹل ازم کی وجہ سے عالمی جنگیں ہوئیں یعنی معاشی وجوہ سے۔ اسکا حل کیا ہے؟

جواب :- ضرورت توازن کی ہے جس کیلئے یورپ نے کمیٹی بنائی ہے۔ جو توازن فراہم کر رہی ہے۔

سوال :- دینی مدارس کا میل جول عصری علوم والوں کیساتھ نہیں ہے، یہ خلیج کیسے پاٹی جا سکتی ہے؟ اسی طرح امتیازی تعلیمی ایچی سن وغیرہ ان میں دینی تعلیم کیسے داخل ہو؟

جواب :- اسکا حل باہمی ملاقاتیں ہیں۔ ایک دوسرے کو برداشت کریں، قبول کریں تو یہ دوری ختم ہو جائے گی۔ یہ تفریق اجتماعی طور پر ختم کرنی ہوگی اور وہ قومی پالیسی سے ہوگی۔ انفرادی طور پر اپنے اپنے دائروں میں کوشش کرکے اس تفریق کو کم کیا جا سکتا ہے، جس کا اثر پھر قومی سطح پر بھی پڑ سکتا ہے۔

سوال :- مغربی جمہوریت کے تحت جو انتخاب ہو رہے ہیں وہ کیسا ہے؟ جواب :- ہمارے ملک میں مغربی جمہوریت نہیں بلکہ دستور میں "قرارداد (و مقاصد) پاکستان" کے تحت ہے۔ کمزوریوں کے باوجود یہ صحیح ہے۔

سوال :- ہمیں کوئی ایسا نکتہ بتائیں کہ ہم ان بچوں کی رہنمائی کر سکیں۔ جواب :- آغاز تو آپ کر چکے ہیں، اسکو بڑھانا چاہیے۔ باہمی رابطہ رکھیں، ضیافت، امداد، خط و کتابت جاری رکھیں۔

سوال :- انگریزی تعلیم کے بارے میں کیا خیال ہے؟ جواب :- بطور زبان ضروری ہے البتہ طلبہ بھی اس کی اثرانگیزی کو کم کرنے کی کوشش کریں۔ وہ طریقہ سیکھیں۔

سوال :- تعلیم کے اصل مقصد کی وضاحت کریں؟ جواب :- مقصد دنیا کی زندگی بھی اور اصل یعنی آخرت کی زندگی بھی بہتر ہو جائے۔

سوال :- سکول کے بچوں کو وہ طریقہ بتائیں کہ کیسے تربیت کرے۔ جواب :- ہماری درخواست ہے کہ ہمیں ہمارے پروگراموں میں شرکت کریں ہم ورکشاپ منعقد کریں گے۔

زاہد

۱۴ اگست ۲۰۱۶ء۔ حاجی صاحب ترنگزئی کا تعلق اس مرکز اور شبقدر سے ہے۔ عقیدہ ختم نبوت اور تحریک ختم نبوت۔ ان کا ایک پہلو ایک اعتقادی ہے اور ایک تاریخی۔۔
بعد ظہر شبقدر

نبی بدلنے سے مذہب تبدیل ہو جاتا ہے اور پرانا مذہب ختم ہو جاتا ہے مثلاً انجیل آنے سے تورات کی تقلید ختم ہو گئی۔

"مسیلمہ کہتا تھا میں بھی رسول ہوں، وہ آپ ﷺ کی رسالت کا منکر نہ تھا۔ خط لکھا کہ میں رسالت میں شریک ہوں)۔ اس وقت جو لوگ رسالت و نبوت کا دعویٰ کر رہے ہیں وہ چار بڑے گروپ ہیں۔ ایک ذکری، جو کہتے ہیں نماز منسوخ ہے، صرف ذکر کرو۔ معراج کا فلسفہ لیا تھا، انبیاء کا سردار کون ہے۔ اُن کے ساتھ "محمد نور محمد اٹکی" کو خدا نے اپنے ساتھ عرش پر بٹھا کر بتایا کہ سردار تم ہو۔ یہ 300 سال پہلے گذرا ہے۔

دوسرا احمدی 175 سال پہلے "مرزا احمد علی" تھا اُس نے کہا کہ امام غائب نے مجھے نبی بنایا ہے اس کو پھانسی ہو گئی تھی۔ اس کا نائب "مرزا بہاء اللہ" ہے۔ 25 سال پہلے شکاگو میں مولانا منظور احمد چنیوٹی اور میں اکٹھے تھے، ہم بہائیوں کے مرکز میں گئے۔ وہ بہت بڑا ہال ہے، ایک کونے میں مسجد کا ماڈل ہے۔ دوسرے میں گرجے کا، تیسرے میں یہودیوں کیلئے اور چوتھے میں ہندوؤں کیلئے مندر۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے دنیا کے 4 بڑے مذاہب کو ایک چھت کے نیچے جمع کر دیا ہے۔ میں نے اُن سے سوال کیا کہ اللہ ایک ہے، تم دوسرے مذاہب کے خداؤں کو کیسے اکٹھا کر رہے ہو۔ تیسرا گروہ قادیانیوں کا ہے اور چوتھا امریکہ میں 1930ء میں علی محمد کالا۔ افریقی کالا ہے، اس نے 40 سال نبوت کی۔ اس نے کہا تھا کہ کالے آدم کی اولاد ہیں اور گورے شیطان کی اولاد ہیں۔ اس نے "ملین مارچ" کیا تھا۔ یہ آجکل جو وہاں مسلمان ہو رہے ہیں وہ اُن کے عقیدہ والے ہیں۔ "نیشن آف اسلام" والد مالکم ایکس ہی تھا، 1964ء میں تو اُسے 1965ء میں شہید کر دیا گیا۔

سب سے ضروری بات یہ ہے کہ اپنے عقیدہ کی حفاظت کریں اور نئی نسل کے عقیدہ کی بھی حفاظت کریں، خصوصاً کالجوں کے طلباء کی۔

۱۶ اگست ۲۰۱۶ء۔ یہ مدرسہ ہے اور اسکی نسبت حضرت ابوہریرہؓ سے ہے۔ اُن کو اللہ تعالیٰ نے ایک خاص ذوق عطا فرمایا تھا۔ محدثین کے عظیم طبقے کے آپ سرخیل ہیں۔ جس سے جو کام لینا
بعد عصر مدرسہ ابوہریرہؓ
ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو وہ ذوق عطا فرما دیتے ہیں۔ عبداللہ بن عمرؓ کا ذوق تھا کہ جس طرح حضورؐ کو کام کرتا دیکھا وہ اسی طرح کرتے تھے۔ ان کے ایک شاگرد فرماتے ہیں کہ ابن عمرؓ نابینا ہو گئے، پھر بھی حج میں وہی وہی اعمال کئے جیسا حضورؐ کو دیکھا، حتیٰ کہ آرام بھی وہیں فرمایا۔ حج کی تفصیل جس طرح انہوں نے محفوظ کی ہیں کسی اور نے نہیں۔ حتیٰ کہ حج کو جاتے ہوئے حضرت نافعؒ کو فرمایا، ایک چٹان کے پاس مجھے بٹھاؤ، یہاں حضورؐ نے پیشاب فرمایا تھا۔ حضرت حذیفہؓ کا ذوق تھا فتنوں کی باتیں پوچھنا جبکہ باقی صحابہ خیر کی باتیں پوچھتے تھے۔ ابی بن کعبؓ کا ذوق تھا کہ جس طرح حضورؐ نے قرآن پڑھا تھا اسی طرح پڑھوں۔

نعیم مغرب
عمرزئی

اس مقام سے بہت سی پرانی یادیں وابستہ ہیں۔ صاحبزادہ عبدالباری جان صاحب، جو مدرسہ کے ناظم اعلیٰ تھے، اُن کا "عمرزئی" سے تعلق تھا اور اُن کے صاحبزادے خالد جان صاحب ہیں۔ میں اسی مدرسہ میں عیدالاضحیٰ کے دو دن گذارتا تھا۔ امیر گل ماربنرہ صاحب کے ہاں جو یہاں آج تک ہیں سیالکوٹ میں ہوں تو خرید کی صاحب کی دعوت پر حاضر ہوتا تو آغا جان صاحب ساتھ ہوتے تھے۔ یہ بڑا پرانا تعلق ہے اور بڑی محبت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان اصحاب اور بزرگوں کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

دیوبندیت کیا ہے؟ اس کا جواب کیا ہے۔ یہ کہنا کافی ہے "الذين ما شهرت بهم الاعداء"۔ جو دشمن کہتے ہیں سو دیکھو سو سال دیوبند نے جو لڑائی ہے وہ کیا کہتا ہے۔ آج وہ دنیا کی تہذیبی اور فکری کشمکش ہیں اسی طرح سیاسی میں دیوبند کے اکابر کے نظریہ کو درست قرار دے رہے

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ أرأیت الذی یکذب بالدین فذلک الذی یدع الیتیم ولا یحض علی طعام المسکین فویل للمصلین الذین ہم عن صلاتہم ساہون الذین ہم یراءون و یمنعون الماعون صدق اللہ العظیم ۔

حضرات! یہ سیرت النبیؐ کانفرنس ہے۔ میں بحیثیت ایک مزدور کے سیرت کے ایک پہلو پر کچھ عرض کرنے کی جسارت کروں گا۔ اور اسی مناسبت سے میں نے یہ سورۃ قرآنیہ پڑھی ہے۔

آج کے اس دور میں، جبکہ اسلامی قوانین کے نفاذ کا اعلان ہو چکا ہے، بد دین عناصر اور کمیونسٹ، سوشلسٹ عناصر منظم طریقے سے یہ مہم چلا رہے ہیں کہ اسلام انسان کے اقتصادی اور معاشی مسائل کو حل نہیں کرتا، اور ہمارا نوجوان طبقہ بالخصوص مزدور و ملازم حضرات، اس مکروہ اور دجل و فریب سے پُر پروپیگنڈہ کا شکار ہو رہے ہیں۔ حالانکہ اسلام میں جتنی اہمیت اس مسئلہ کو دی گئی ہے، اور کسی نظام اور دین میں اس مسئلہ کو اتنی اہمیت نہیں دی گئی ہے۔

اتنا ضرور ہے کہ کئی بار جھوٹ بول کر اور مسلسل بول کر لوگوں کو روٹی، کپڑا اور مکان کے پُرفریب نعرہ سے، اپنے پیچھے لگا کر اُن کو استعمال کیا گیا ہے اور کامیابی کے بعد اُنہیں ان تینوں چیزوں سے محروم کر دیا گیا ہے۔ میں معذرت کے ساتھ اپنے علماء کرام سے بھی عرض کروں گا کہ اپنی تقریروں میں اور تحریری طور پر اس مسئلہ کو اسلام کے اصولوں کی روشنی میں بیان کریں، اس کی سخت ضرورت ہے یہ مسئلہ اتنا بیان نہیں کیا جا رہا ہے۔ یہ چیز ہمارے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔

اسی لئے میں نے اسی موضوع کا انتخاب کیا ہے۔ اگر ہم سیرت کے موضوع پر کبھی بھی کتاب کا مطالعہ کریں، تو وحی کی ابتدا کے ساتھ ساتھ جو سیرۃ النبیؐ کا پہلا سبق ہمیں نظر آتا ہے، وہ بھی اسی موضوع سے مطابقت رکھتا ہے۔

جب جبریل امین نے غار حرا میں خاتم النبیینؐ کو اقرأ باسم ربک الذی خلق کہا اور وحی کی ابتداء کی، تو آپؐ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی اور آپؐ گھر تشریف لائے اور ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے "زملونی" "زملونی" فرمایا اور طاری کیفیت سے آگاہ فرمایا۔ تو ام المومنینؓ نے آپؐ کو جن الفاظ میں تسلی دی، وہ انتہائی قابل غور ہیں۔

آپؓ نے عرض کی کہ آپؐ کا رب، آپؐ کو پریشان نہیں کرے گا، اس لئے کہ آپؐ مسکینوں کی سرپرستی کرتے ہیں، یتیموں کے سر پر دست ہمدردی رکھتے ہیں اور جن کا بوجھ اٹھانے والا کوئی نہیں ہوتا، ان کا بوجھ آپؐ اٹھاتے ہیں۔

اس سورۃ مقدسہ میں بھی یہی سبق دیا گیا ہے کہ جو یتیم کو جھڑکتا ہے اور مسکین کے طعام اور کھانے کا نہ خود انتظام کرتا ہے اور نہ کسی اور کو متوجہ کرتا ہے۔ وہ مکذب دین ہے۔

خدا یہ تو برداشت کر سکتا ہے کہ شرک ہو لیکن انسانیت پر ظلم برداشت نہیں کر سکتا۔ امام شاہ ولی اللہؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں لکھا ہے کہ کعبہ میں اللہ نے شرک برداشت کیا، لیکن قیصر و کسریٰ نے ٹیکسوں کے بوجھ سے انسانوں کی کمر توڑ دی، وہ نسلی اور شخصی حکومتیں تھیں، ان کے ساتھیوں اور وزیروں نے ان بادشاہوں کا ساتھ دیا، تو خدا نے حضورؐ کو بھیجا، آپؐ نے جہاں توحید کا نعرہ بلند کیا، وہاں یہ بھی فرمایا یہ ظلم بند کرو۔

حضورؐ کی بعثت کی غایت" خدا کے کلام کی سربلندی اور انسانیت پر ظلم کا سدِباب تھا۔ خدا کی مدد سے انقلاب عمل میں آیا حضورؐ غریبوں کو اپنا بنانے کیلئے آئے تھے۔ جہاد کی بھی یہی دو غایتیں ہیں، دینِ اسلام کی غرض و حکمت بھی یہ چیزیں ہیں۔ توحید اور ظلم کا خاتمہ۔ وہ دین کا خدا کا نہیں جس میں صرف توحید کا پیغام ہو اور معاشی کی دنیا میں اپنی ذمہ داری نہ سمجھے۔

ہم دیندار اُسے کہتے ہیں، جو نماز قائم کرے یا روزے رکھے، جو نہ کرے اُسے مکذب قرآن کہتے ہیں۔ خدا اُسے "مکذب" کہتا ہے" جو یتیموں کو نظر انداز کرے اور مسکینوں کی روٹی کی فکر نہ کرے جیسے فرمایا أرأيت الذي يكذب بالدين اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام کا بنیادی نقطہ ہے کہ خدا کو ایک مانا جائے۔ اسی طرح یہ نقطہ بھی ہے کہ غریبوں کی فکر بھی کی جائے اسلام معاملات کو بھی نظر انداز نہیں کرتا۔ بلکہ ان تمام عوامل پر پابندی کرتا ہے، جس سے غریب پر ظلم ہو۔ مثلاً امیر کا روپیہ غریب استعمال کرتا ہے تو سود دیتا ہے۔ ایسی بات جس سے غریب کی کمر ٹوٹ جائے۔ اسلام نے اس کا سدباب کیا اور سود کو حرام قرار دیا۔ جس نے غلہ جمع کیا تاکہ سردیوں میں مہنگا بیچے تاکہ رقم زیادہ ہو، جبکہ غریب بازار میں ڈھونڈتا پھرتا ہے جس نے خود محنت کی، کاشت کی، اس پر بھی سرمایہ دار پابندی لگاتا ہے۔ حضورؐ نے ایسے شخص کو "ملعون" قرار دیا۔

حضورؐ کی سیرت کے نام پر جلسے ہوتے ہیں، ان کی سیرت بیان کریں، لیکن حضورؐ نے جو "قانونِ انقلاب" نافذ کیا، غریبوں کو اٹھایا ان کے حقوق کی جنگ لڑی، اس پر جلسے نہیں ہوتے، کیونکہ اس کا عملی زندگی پر اثر پڑتا ہے۔ حضورؐ گِرتوں کو اٹھانے کیلئے آئے تھے۔

مے نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے مزا تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی۔

تو فرمایا گیا أرأيت الذي يكذب بالدين اے حبیبؐ! کیا آپؐ نے دین کی تکذیب کرنے والے کو دیکھا سوال پیدا ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے والا غریبوں کے مسئلہ پر توجہ کیوں نہیں دیتا، اسی لئے آگے فرمایا "فويل للمصلين" ایسے نمازیوں کیلئے تباہی ہے، جو نماز کے تقاضوں سے غافل ہیں۔ استعمال کی چیزوں میں اشتراک ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ہمیں پیدا فرمایا اور تمام ضروریات کا متکفل کیا۔ وما من دابة الا على الله رزقها۔ یہ دنیا کا ناسہ نظام ہے کہ امیر، امیر تر اور غریب، غریب تر ہوتا جا رہا ہے۔ حضورؐ کی نمایاں پالیسی تھی، کہ کوئی غریب دبا نہ رہے، ہر ایک کو اس کے حقوق ملیں۔ صحابہؓ اس پر عمل کر چلے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا الحمدللہ آج عثمانؓ کی حکومت میں کوئی بھوکا نہیں ہے۔ بعض منچلے کہتے ہیں۔ کیا اسلام روٹی کے مسئلے کیلئے آیا؟ ہم یہ نہیں کہتے کہ اسلام صرف روٹی کیلئے آیا۔ اسلام معاشی ناہمواریوں کو ختم کرتا ہے اور اسلام نے یہ ذمہ داری لی۔ صحابہ کرامؓ نے اس ذمہ داری کو پورا کرکے دکھایا۔ اسلام جہاں جاتا تھا، اپنی عملی بہاریں کرواتا تھا۔ جہاں بھی اسلام گیا، غریبوں کو حق ملا، معاشی ناہمواری دور ہوئی۔

جب سے مسلمان اس پر قائم ہوا کہ صرف عقائد، توحید و رسالت وغیرہ اسلام ہیں، تو یوں انفرادی طور پر مسلمان گرتا گیا۔ وجہ یہ ہے کہ اسلام کو غلط رنگ میں پیش کیا گیا، اس کا معاشی نظام پیش نہیں کیا گیا۔ لوگ کہتے ہیں، روٹی چھوٹا سا مسئلہ ہے اگر اس بارے میں حضورؐ کی تعلیمات موجود ہیں تو کیوں نہ پیش کی جائیں "أفتؤمنون ببعض الكتاب وتكفرون ببعض"

حضورؐ کی بعثت کا یہ بھی مقصد تھا کہ گرے ہوئے لوگوں کو اٹھایا جائے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا گیا کہ حضورؐ گھر میں کیا کرتے ہیں؟ فرمایا جس طرح تم اپنے گھروں میں کام کرتے ہو۔ حضورؐ گھر میں خود کام کرتے تھے۔ کیا حضورؐ کے خدام یہ کام نہیں کر سکتے تھے۔ جو خدام وضو کا پانی تبرک کے طور پر لے لیتے تھے، وہ جوتے کی مرمت یا کپڑے نہیں دھو سکتے تھے،

حضورؐ نے خود کام کیا، تاکہ غریب احساس کمتری میں مبتلا نہ ہو، کوئی اُسے طعنہ نہ دے۔ کام کرنے والوں کا تصور پیدا ہو۔ عمل سے ثابت کیا کہ میرا امتی یہ کام کرکے بھی سربلند ہے اور حقیر نہیں۔ یہ حضورؐ کی سیرت کی حکمت تھی

آگے صحابہؓ سے یہ سیرت چلی۔ حضورؐ نے سنگ بنیاد رکھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ صحابہؓ نے اپنے گرد عیش پرستی کے اسباب جمع نہ کئے۔ اسی نے خدا نے سختیوں کا مقابلہ کرنے کی ہمت دی۔ اگر وہ اپنے گرد لطافت پیدا کرتے، تو یہ بات پیدا نہ ہوتی۔

حضرت عمرؓ کا مشہور واقعہ ہے کہ روم کے سفیر نے آکر دیکھا کہ اپنے کوڑے کو سرہانا بنایا ہوا ہے۔ یہ تھا طرز زندگی۔

حضورؐ نے جو آداب زندگی سکھائے، لباس میں سختی تھی یا نرمی۔ ریشمی لباس میں نرمی اور ملائمت پیدا ہوتی ہے، اسلئے حضورؐ نے ریشم کو حرام فرمایا۔ اگر مردوں کے لباس میں نرمی ہوگی، تو کل مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ حضورؐ نے مردوں کیلئے وہ تمام چیزیں جو سستی پیدا کرنے کا سبب بن سکتی، حرام کر دیں۔

آپؐ نے ایک قوم تیار کرنی تھی، جو طاقتوں کا مقابلہ کرے، جو خود لطافتوں کی لطافتوں میں ڈوبے گا، وہ کیا مقابلہ کرے گا۔ ہمارے لوگ یورپ میں ایسی لطافتوں میں پڑ گئے کہ اب قومی زوال ہے۔ یورپ کی غلطیاں بھی ہمیں پسند آتی ہے۔ اب ایشیاء کی قوموں میں احساس کمتری ہے اور دوسروں میں برتری۔

اسلام اور مسلمانوں کا مستقبل خطرے میں ہے، یورپ کی تہذیب میں بھی خطرہ ہے یا کوئی اور عوامل بھی ہیں۔ اب کالجوں میں ڈانس اور موسیقی کے مقابلے ہو رہے ہیں۔ یورپ کی تہذیب آئے تو بعض لوگوں کی نظر میں کوئی خطرہ نہیں۔ اگر ہے تو سوشلزم میں ہے جو غریبوں کے مسائل حل کرتا ہے۔

اسلام کی تعلیمات اتنی جامع ہیں کہ سوشلزم بھی غلط ہے، یورپ کا نظام بھی غلط ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ایک کمیونزم کا خوف ہے تو حضورؐ کے دین کی تہذیب کے خلاف یورپ کا درآمد کردہ نظام کفر نہیں ہے۔ ہمیں یورپ کی تہذیب میں خطرہ نظر نہیں آتا۔ کالجوں کے طلباء کے ذہن میں ڈالا گیا ہے کہ علماء پرانا نظام پیش کرنیوالے ہیں، اس میں ترمیم کی ضرورت ہے۔

بھٹو نے کہا اگر پرانا اسلام نہیں چاہتے، تو میں اسلامی سوشلزم نیا نظام پیش کرتا ہوں۔ مودودی صاحب نے کہا پرانا اسلام نہیں، نیا اسلام لاؤ۔ ایک چھلانگ لگائی۔ بھٹو نے دو چھلانگیں لگائیں، پرویز نے تین چھلانگیں لگا دیں۔ پرانا اسلام چھوڑنے میں یہ تینوں متفق ہیں۔

ایسے وقت میں مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ سوچیں یا اسلام چھوڑ دیں یا وہی پرانا اسلام اپنائیں۔ مودودی صاحب سوشلزم کے متعلق تو کہتے ہیں کہ غلط ہے۔ اسلام پر اس میں کوئی ترمیم نہ ہو، لیکن جو ترمیم میں نے کی ہے، وہ ٹھیک ہے

مغربی دنیا کے اشتراکی سے بیزار ہو کر دیکھا ہے۔ مودودی صاحب نے اپنے گرد کچھ لوگ اکٹھے کر لئے کہ اسلام کو سائنٹیفک طریقہ پر پیش کریں۔ یہ راہ مودودی صاحب نے ڈالی کہ پرانا اسلام پیش کرنیوالے ... انہوں نے ایک جھنڈ لگائی۔

ایک قصہ ہے کہ ایک وکیل نے اپنے ملزم کو کہا کہ تم یہ جگہ خود کو پاگل ظاہر کرنا تمہاری کامیابی ہے۔ جب بچ کر نکلے تو وکیل نے اس سے فیس مانگی تو اس ملزم نے وکیل کے سامنے بھی واؤں واؤں کر کے خود کو پاگل ظاہر کیا اور فیس نہ دی۔

یہی حال مودودی صاحب کا ہے۔ جو حربہ انہوں نے دوسروں کیلئے بنایا تھا وہ خود ان کے خلاف ہو گیا۔ انہوں نے اپنا اور اکثر کر سیف جیتی اور اور علماء کرام کو مجبور پیش کیلئے (نوجوان) پرانے اسلام کے بھی خلاف اور نئے اسلام کے بھی مخالف ہو گئے۔ ہلاکت دلچسپی نہیں کرتے اکابرؒ کو معیار بناتے تو نوجوان طبقہ دو حصوں تقسیم ہو کر سوشلزم کی طرف نہ جاتا۔ ... جماعت اسلامی کا بڑا حصہ پیپلز پارٹی میں چلا گیا۔

جو مودودی صاحب سے ناراض ہونگے وہ پھر آگے ہی جائینگے اور زیادہ ... تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی۔ ایسے وقت میں ضرورت ہے کہ ہم پرانے اسلام پر ڈٹیں جو صحابہؓ سے چلتا ہوا ہم تک پہنچا ہے۔
جو آشیانہ سلف سے مل کر بنے گا وہ پائیدار ہوگا

ایک مثال سمجھیں۔ یہ بجلی کا بلب جل رہا ہے۔ سائنس والے کہتے ہیں کہ بلب سے جو روشنی آ رہی ہے اس کے رستے میں کتنا فرق ہے؟ بلکہ مسلسل ہے۔ ... روشنی کا منبع بلب ہے۔ بلب کے قریب زیادہ روشنی ہوتی ہے جوں جوں دور ہوگی کم ہوگی کیونکہ بلب روشنی کا منبع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو سراجاً منیراً فرمایا۔ اس چراغ کے گرد جو قائم ہیں وہ صحابہ کرامؓ ہیں وہاں روشنی سب سے زیادہ ہے۔ اگر اصل جگہ سے روشنی مسلسل ہو کتنا دور ہو واسطوں سے پہنچے ترتیب سے تو کم تو ہو سکتی ہے اندھیرا نہ ہوگا۔

آواز کیسے پہنچتی ہے؟ اسلئے کہ ہوا ہے بولنے سے آواز نکلتی ہے تو ہوا میں تموج پیدا ہوتا ہے اور آواز موجوں پر سوار ہو کر دوسرے انسانوں کے کانوں کے پردوں سے ٹکراتی ہے۔ ان میں تموج پیدا ہونے ان کو سنائی دیتا ہے۔ ہوا آواز پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ تسلسل ہے کتنا فرق نہیں۔ اتصال ہے حضورؐ کی تعلیم صحیح حالت میں تب پہنچے گی جب اتصال ہوگا۔ جو اس اتصال کو توڑے وہ علم نہیں ہے۔ دیوبند کے علماء پرانا اسلام تسلسل سے پیش کرتے ہیں۔ اگر صحابہ کرامؓ معیار حق نہیں تو کون ہے۔

مجھ سے یہ سوال ہوا ہے کہ ہم سوشلسٹ ہیں۔ ہمارا سوشلزم کا نظام دنیا کے دو بڑے ملکوں میں نافذ ہے۔ روس اور چین۔ دو طاقت میں بڑے ہیں۔ نظام غلط ہے یا صحیح اپنی بہار دکھا رہا ہے۔ بتائیے آپ کا اسلام کا نظام کہاں ہے؟ یہ دو ملک ترقی کر رہے ہیں ان کا سہرا سوشلزم کے سر ہے۔ تمہارا اسلامی نظام عملی طور پر قابل عمل ہے یا نہیں؟ سلطنت کے دستوری ڈھانچے میں ڈھالا جا سکتا ہے یا نہیں؟ قانونی طور پر نافذ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

اس دوران یورپی جمہوریت کا قائل آگیا۔ میں اُسے پہلے دلائل سے ملا دیا۔ اس آنیوالے نے بھی مجھے کہا کہ ان کی بات صحیح ہے اپنی جواب دیں یا میرا بھی یہی سوال ہے کہ ہمارا پسندیدہ نظام برطانیہ اور امریکہ، فرانس میں قائم ہے۔ آپ کا اسلام کہاں ہے؟ دونوں فریق اکٹھے ہو گئے۔ میں نے سوچا الکفر ملۃ واحدۃ۔ یہ آپس میں مخالف ہیں لیکن اسلام کے مقابلہ میں حامی بن گئے ہیں۔

میں نے جواب دیا کہ آج بظاہر سوشلزم اور جمہوریت کا عملی نمونہ موجود ہے۔ اسلامی نظام والی حکومت ... تیس سال تک قائم رہی

۲/۹

اسلام کا نفاذ رہا؟ قال کل رہا؟ دنیا نے چودہ سو سال بار دیکھا؟ آج تک اس کی مثال نہیں ملتی۔ تم مثال پیش کرو اس کی موجودہ دور میں؟

اتنے میں ایک اور آدمی آ گیا جماعت اسلامی کا۔ میں نے اسے ذہنی دوستی بات بتائی؟ اپنا جواب سنایا۔ وہ کہنے لگا آپ نے جواب ٹھیک نہیں دیا۔ صحابہ معیاری ہیں۔ آپ صحابہ کو کیسے پیش کرتے ہیں؟ میں نے اسے کہا تم جواب پیش کرو۔ کہنے لگا مجھ سے معلوم ہی نہیں پوچھو۔ اگر میرا جواب پختہ ہو تو پھر بات کرو۔ مجھے کہا کہ ہم حضورؐ کی ۲۳ سالہ زندگی کو کیوں نہ پیش کریں۔ میں نے کہا مجھے بتاؤ کہ حضورؐ کے ۲۳ سال میں کیا مکمل اسلام پر عمل ہوتا رہا؟ اسلام تو خود اس عرصہ میں مکمل ہوتا رہا تھا۔ کہنے لگا ۲۱ سال میں مکمل ہوا جب آیت نازل ہوئی۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً۔ باقی صرف دو سال بنتے ہیں جو مثال کیلئے بہت تھوڑا عرصہ ہے۔ میں نے اسے کہا کہ مکمل اسلام کے نفاذ کی مثال خلافت راشدہ کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی؟ اگر خلافت راشدہ مثال ہے تو جو لوگ ملک میں اسلام چاہتے ہیں ان کی یہ دلیل ہونی چاہیے۔ مودودی صاحب کو چاہیے کہ وہ یہ دلیل پیش کریں؟ ان خلفاء پر تنقید کیوں کرتے ہیں؟ وکیل کا یہ کام تو نہیں کہ خود اپنے دعوے پر جرح کرے۔ اگر مودودی صاحب اس ملک میں اسلامی قانون چاہتے ہیں تو اپنے دعوے کی دلیلوں کو کیوں کمزور کرتے ہیں۔ سب کے پاس اسلام مکمل؟ سب سے بڑی عملی دلیل خلافت راشدہ ہے سوشلزم کے مقابلے میں۔ ہم موجودہ دونوں نظاموں کے مقابلے میں اسی دلیل کو پیش کریں گے۔ ہماری اسی دلیل کو کمزور کرنے کیلئے مودودی صاحب نے کتاب "خلافت و ملوکیت" لکھی۔ جو وکیل اپنے دعوے کی دلیل کو کمزور کرے اسے کیا چاہتا ہے کہ اندر سے مخالف پارٹی سے ملا ہوا ہے۔ اس وقت اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے جو عملی دلیل ہے وہ خلافت راشدہ کا سہارا لے کر چلیں۔ صحابہؓ لڑتے تو رہے لیکن جو لڑائی صلح پر ختم ہو اسے لڑائی کے طور پر پیش کرنا چاہیے یا صلح کے طور پر۔ حضورؐ نے فرمایا میرے آخری باتوں سے ملا کرو۔ دور میں؟ اس زمانے کے آج کے واقعہ جیسے حضرت عائشہؓ کی عزت و حرمت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ جو لوگ بطور جنگ پیش کریں وہ اپنی بات میں دیانتدار نہیں۔ جو لڑائی صلح پر ختم ہو اس کو لڑائی سے یاد کرنا؟ ان لوگوں کا کام ہے جو صلح سے خوش نہ ہوں۔ مودودی صاحب نے آج جو اختلافات چھیڑے ہیں یہ اسلام کی کونسی خدمت ہے۔ اس میں ان کو کیا ملتا تھا؟

حضرت علی المرتضیٰؓ کے صاحبزادے اور جانشین نے حضرت معاویہؓ سے صلح نہیں کی؟ پہلے وقت کی لڑائی کو صلح پر ختم کیا۔ صلح کر کے اس تمام جنگ کو ختم کر دیا۔ آج اگر کوئی اختلاف کا ذکر کرے صلح کا نہ کرے تو یہ کام ان لوگوں کا ہے جو صلح سے خوش نہ ہوں۔ مودودی صاحب نے کہا امیر معاویہؓ باغی ہے۔ "باغی" وہ ہوتا ہے جو برسر اقتدار قوت کے مقابلہ میں کھڑا ہو۔ جب حضرت حسنؓ نے صلح کر لی تو اس کے بعد کیا حضرت امیر معاویہؓ باغی ہیں۔ جب مقابلہ میں حکومت باقی نہ رہی تو باغی کیسے؟ جب صلح ہو گئی تو وہ بلا شرکت غیرے سربراہ تھے۔ اس وقت باغی ہونے کا تصور پیدا نہیں ہوتا۔ جب وہ ۲۰ سال تک تمام مسلمانوں کے بلا شرکت غیرے امیر رہے۔ ایسے شخص کو باغی کہنا کیوں کی شرارت ہے۔ معلوم آخری کیفیت پر ہونا چاہیے۔ جو لڑائی صلح پر ختم ہو وہ لڑائی نہیں صلح کہلاتی ہے۔

فتاوی عزیزیہ میں شاہ عبدالعزیزؒ نے لکھا ہے کہ جو آدمؑ کی خطا کا ذکر کرے اور انجام کا ذکر نہ کرے مجھے اسکے کفر کا اندیشہ ہے۔

اسلئے کہ ایک برگزیدہ ہستی کی اگر قرآن نے خطا کا ذکر کیا، تو ساتھ معافی بھی بیان کی۔ جو صحابہؓ کی قرآنی بنیاد کرے اور صحیح مقام اسی ہی تک ہے

مودودی صاحب نے اپنی ایک کتاب صفحہ ۹۵ پر لکھا ہے کہ غلطی "غلطی ہے" خواہ کسی کی ہو۔ اسکا مطلب ہے کہ صحابہؓ کی غلطی نکالنا کوئی عیب نہیں۔ یہ بات شرعاً صحیح نہیں ہے۔ غلطی نکالنے والے کو بھی دیکھنا ہوگا۔ اگر ایک مبتدی نماز میں قرأت کی غلطی کرے، ایک حافظ آیا جو عمر کرنے لگا اور امام کی آواز سن کر پیچھے بیٹھے لقمہ دیدیا، پیچھے آواز سے امام نے قبول کر کے تصحیح کرلی تو کیا نماز ہوگئی؟ اس کی غلطی تھی، لقمہ صحیح تھا، پھر بھی نماز نہیں ہوئی۔ غلطی تو غلطی ہے، لیکن جس نے غلطی کی وہ نماز میں ہے، جو غلطی نکال رہا ہے وہ نماز سے باہر ہے۔ جو نماز کے اندر ہے اسکا درجہ اونچا ہے، جو نماز کے باہر ہے اسکا درجہ ادنیٰ ہے۔ اگر نماز کے اندر والے کی غلطی باہر والا نہیں نکال سکتا تو عام امتی صحابیؓ کی غلطی نہیں نکال سکتا۔ نماز سے باہر والے کا لقمہ یہاں اندر والے نے قبول کیا جلدی وضو کر کے شریک ہو سکتا ہے، لیکن امتی کچھ بھی کرے صحابیؓ کا مقابلہ نہیں کر سکتا، ان کا درجہ زیادہ ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ غلطی نکالنے والے کا حق ہے بھی یا نہیں؟

حضورؐ نے فرمایا "اَمْسِکُوْا عَنْ اَصْحَابِیْ" میرے صحابہؓ معصوم نہیں لیکن تمہیں تنقید کا حق نہیں۔ جب تم کسی کو دیکھو کہ تم اس شخص پر اعتراض نہ کرو، کیونکہ وہ شخص اس سے بڑی ہے۔ یہ اعتراض صحیح نہیں۔ فرمایا حضورؐ کی بات پر۔ فرمایا تم ان پر اعتراض نہ کرو، لیکن انکی بات نہیں فرمائی، اسلئے کہ صحابہؓ معصوم نہیں۔

صحابہؓ سے مسلمانوں کی محبت ان کے اپنے عمل کی وجہ سے نہیں بلکہ حضورؐ سے تعلق کی وجہ سے ہے۔ فرمایا گیا ہے "من احبھم فبحبی احبھم" صحابیؓ کی عزت اسی تعلق کی بنا پر ہے۔ کمالات دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک جو نیچے سے اوپر جائیں، دوسرے جو اوپر سے نیچے آئیں۔ پہلے والا صاحب آہستہ آہستہ اس درجہ پر پہنچے، یہ نیچے سے اوپر کا کمال ہے۔ ڈاکٹر کا کمال بھی یہی ہے جو ریاضت اور مشقت سے کمال حاصل کرتے ہیں۔ پیغمبروں کے کمالات اوپر سے نیچے والے ہیں۔ محنت سے کمال نہیں ملتا بلکہ خدا کا فیضان ہوتا ہے۔

نیچے سے اوپر والے کمالات مبنی بر عمل ہوتے ہیں۔ اوپر سے نیچے والے عمل کی وجہ سے نہیں نسبت کی وجہ سے، یہ کمالات مبنی بر نسبت ہوتے ہیں۔ نبیؐ کا کمال خدا سے تعلق کی وجہ سے ہے۔ اسی طرح صحابہؓ کے کمالات بھی مبنی بر نسبت ہیں کہ نبیؐ سے نسبت ہوگئی تو کمال حاصل ہوگیا، صحابیت کا مقام مل گیا۔ جس طرح نبی کا مقام نسبت خداوندی پر قائم ہے، صحابہؓ کا مقام نسبت نبوت پر ہے۔

اس لئے صحابہؓ کا مقام سمجھنے کیلئے عمل پر بحث کی ضرورت نہیں، کیونکہ ان کا یہ کمال نسبت پیغمبر کی وجہ سے ہے۔ اگر اعتراض ہے تو نسبت پیغمبر کو غلط ثابت کرو۔ چونکہ کمال کی بنیاد عمل پر نہیں ہے ان کے عمل پر اعتراض صحیح نہیں۔ اسلئے حضورؐ نے فرمایا کہ انہیں اعتراض کا نشانہ نہ بناؤ۔ اعتراض تو عمل کی بنیاد پر ہوتا، جب کہ ان کا درجہ میری نسبت کی وجہ سے ہے "من احبھم فبحبی احبھم"۔ اسلئے عمل پر اعتراض کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حضورؐ نے فرمایا کہ صحابہؓ کے محب بن جاؤ۔ محبت کا تقاضا ہے کہ کمزوریوں پر پردہ ڈالا جائے تاکہ اعتراض کا سوال ہی پیدا نہ ہو، اسلئے حضورؐ نے ہم سے صحابہؓ کیلئے محبت مانگی ہے۔ صحابہؓ سے ہمارا تعلق کیا ہے؟ تولیٰ کا۔ ایک گروہ ایک طبقہ "تبرا" سے تبری ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا ان سے کوئی جوڑ نہیں، ہم ان سے جدا ہیں، اظہار بیزاری کرتے ہیں۔

"تولّی" کا مطلب ہے محبت کا تعلق۔ اور یہ اہل سنّت کا عقیدہ ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ ہم صحابہؓ میں فرق نہیں تو یہ تفریق ہے۔ ہم صحابہؓ کے بارے میں غیر جانبدار نہیں، محبت کو اطاعت لازم ہے۔

صحابہؓ کے بعد کے لوگوں کو "تابعین" کہا جاتا ہے۔ تابعداری کرنیوالے۔ یہ نام بھی دکھاتا ہے، اگر وہ متبوعین نہ ہوتے تو بعد والوں کو تابعین کیوں کہا جاتا۔ ان کا نام "اصحاب اللہ محمدؐ" کیوں نہ رکھا "تابعین"۔ اسلئے کہا تاکہ امت کو پتہ چلے کہ جب یہ پیروی کرنیوالے ہیں، تو ان سے پہلے والے امام تابعین ہیں جن کی پیروی کی جائے۔

ہمارا رشتہ تقلید کا ہے نہ کہ تنقید کا۔ اس جگہ کا نام ہے "چپ"۔ شاہ ولی اللہؒ نے فرمایا "ہم اپنی زبانوں کو بند رکھیں گے صحابہؓ کے ذکر سے مگر بھلائی سے۔ اسلئے کہ بعد کے پیدا ہونیوالے آدمیوں کو ان کی برائی کرنا حرام ہے۔" اہل سنّت کا عقیدہ ہے کہ صحابہؓ کے اختلافات ہیں کچھ، تم نے نصیحت دیکھی ہے عمل نہیں۔

امام شافعیؒ سے پوچھا گیا کہ صحابہؓ کے اختلافات (حضرت علیؓ اور معاویہؓ) کیا ہیں؟ فرمایا کہ جو تلواریں خونوں سے رنگین ہوئے۔ جب خدا نے ہمارے ہاتھوں کو ان سے پاک رکھا تو ہم اپنی زبانوں کو ان سے کیوں آلودہ کریں؟

اگر حضرت عثمانؓ کا قتل برحق ہوتا تو امت پر دودھ کی بارش ہوتی، لیکن چونکہ بے حق تھا اسلئے خون کی بارش ہوئی۔ یاد رکھو کہ جہاں حضرت عثمانؓ ہی کے قتل کو منصوبانہ کہنے سے گریز کیا گیا وہاں خون برسے گا۔ مودودی صاحب نے یہ کتاب لکھ کر یہ ذہن پیدا کیا۔ یہ اس کتاب کی نحوست ہے کہ یہ اختلافات اسی بنیاد پر ہیں۔ امت پر یہ عذاب الٰہی اسی نے ہے۔ عثمانؓ کا احترام تو ملحوظ نہیں ہے، حضورؐ نے فرمایا کہ عثمانؓ جب چلتے ہیں تو فرشتے حیا کرتے ہیں۔ مودودی صاحب کی جو بات انھوں کردی کہ یہ علی کی بنیاد میں کمزوری ہوئی ہے۔

یہ روایت کسی نے گھڑ کر حضرت عمرؓ کی طرف منسوب کی ہے کہ سیر پر جا رہے تھے، رستے میں ٹھنڈی آہ بھری کہ مجھے ڈر ہے کہ کونسا آدمی والی سلطنت ہوگا۔ یہ روایت اس وقت گھڑی گئی جب واقعات ہو چکے تھے۔ خدانخواستہ اگر صحیح ہے تو بتائیں کہ اگر حضرت عمرؓ کو یہی توقع تھی تو کیا وجہ ہے کہ اپنے نامزد کردہ بورڈ میں انہوں نے حضرت عثمانؓ کا نام لکھا۔ کیا یہ مانا جا سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ صحابہؓ کی غیبت کرتے تھے۔ ابن عبداللہ نے یہ روایت جعلی راویوں سے کہہ لکھی۔

اس کے مقابلہ میں بخاری کی روایت ہے کہ چھ آدمی نامزد کئے گئے، اسلئے کہ حضورؐ آخری وقت ان چھ آدمیوں سے راضی تھے۔ مودودی صاحب نے اپنی پوری کتاب کی بنیاد جعلی روایت پر رکھی، اس قسم کی غیر محتاط روش سے صحابہؓ کا دامن داغدار ہو رہا ہے۔

دراصل صحابہؓ کے نہ ماننے کا یہ پروپیگنڈہ شروع سے چلا آرہا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے خاندان کو عہدے دیئے۔ بنو امیہؓ کو تو زیادہ عہدے حضورؐ، ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ نے دیئے۔ گھر بیٹھ کر کتابیں لکھنا اور صحابہؓ کی عزتوں سے کھیلنا اور بات ہے اور میدان میں نکل کر کچھ کرنا اور بات ہے۔

اگر یہ مسئلہ ہی بیان کرنا ہے کہ ایک خاندان کے پاس سارے عہدے نہیں ہونے چاہییں، تو مودودی صاحب شاہ فیصل سے کہیں۔ یہی بات صدر ناصر کہہ رہا ہے، لیکن وہاں مودودی صاحب نہیں کہتے۔

ہمارے عرب ممالک میں سے سعودی عرب پر امریکہ نے ہاتھ رکھا اور سعودی عرب نے مودودی صاحب کے سر پر ہاتھ رکھا ہے۔ وہاں یہ سارا مسئلہ پیش نہیں ہوتا کیونکہ شاہ فیصل زندہ ہے لیکن حضرت عثمانؓ کے خلاف لکھا کیونکہ وہ شہید ہو چکے ہیں۔ مُردوں پر تنقید کرنا "گِدھ" کا کام ہے۔ زندہ پر جھپٹنا "شاہین" کی فطرت ہے۔

علامہ اقبال نے کہا ہے ۔ بلند بال تھا لیکن نہ تھا جسور و غیور ۔ حکیم سرِّ محبت سے بے نصیب رہا ۔
اڑا فضاؤں میں کرگس اگرچہ شاہیں وار ۔ شکارِ زندہ کی لذت سے بے نصیب رہا ۔

تم زندہ کا شکار کرو، مردہ کا شکار نہ کرو۔ یہ شاہ فیصل کو کہو، خاندان سعودیوں کو سارے جو کہ زندہ ہے، یہ دیو کیوں ہے۔ صحابہؓ کو جو برا کہا جا رہا ہے، اس سے زندوں کو تکلیف ہوتی ہے، جن کو تکلیف نہیں ہو رہی وہ زندہ ہی نہیں۔ زندگی کی علامت ہے کہ جو مُردوں کو برا کہے، اُس کو برا سمجھا جائے۔ آج مسلمانوں کے سامنے مسئلہ یہ ہے کہ اس ملک میں اسلامی نظام لایا جائے اور یہ کبھی قائم نہیں ہو سکتا، جب تک صحابہؓ سے مربوط نہ ہو۔

اہلِ حق کی پکار ہے کہ ہماری قطار سیدھی ہو، ہم جانی کی دُرفشانی سے کر رہے ہیں، ہمارا کاروانِ صحابہ آج تک مسلسل چل رہا ہے البتہ اب ہم بے قطار ہو رہے ہیں البتہ سے ہوئے قطار سے رہ کر، ہاتھ سے لکھا رہا۔

مودودی صاحب کہتے ہیں کہ اسلامی نظام قائم نہ ہونے سے بہتر قائم ہو، کبھی کوئی قوم جاہلیت سے کٹ کر زندہ رہ سکتی ہے؟ صحابہ کرامؓ ہمارے پیش رو اور رہنما ہیں۔ سوال ہوتا ہے کہ صحابیؓ کی کوئی بات چھوڑی جا سکتی ہے یا نہیں؟ جواب یہ ہے کہ چھوڑی جا سکتی ہے لیکن اپنی بات کے مقابلے میں نہیں بلکہ کسی بڑے صحابیؓ کا سہارا لے کر یا پیغمبر کی بات کے سہارے پر۔

اگر آپ کو ان کی تنظیم مرعوب کرے تو نسخہ یہ ہے کہ آپ سوچا کریں کہ مرزائیوں کی تنظیم اُن سے زیادہ ہے کہ نہیں؟ تنظیم ہونا حق کا نشان نہیں۔ علمائے حق کے حق ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اگرچہ بڑی تنظیم نہیں رہی لیکن آج تک چل رہے ہیں۔ سچ اپنے پاؤں پر چلتا ہے اور جھوٹ کسی کے سہارے پر۔

منظم اور غیر منظم ہونے کو یوں سمجھیں کہ پودے قدرتی ہوں تو قطاروں میں نہیں ہوتے، جو پودے خود لگائے جاتے ہیں وہ قطاروں میں ہوتے ہیں۔ اسی طرح اگر اندازِ بیان اثر انداز ہوتا ہو تو پرویز کا سب سے مؤثر ہے، حالانکہ وہ منکرِ حدیث اور کافر ہے۔

عالمِ اسلام میں پاکستان بھی ہے، ترکی بھی ہے، مصر بھی ہے، وہاں ان کا کیا مقام ہے؟ سعودی عرب واحد ملک ہے جو امریکہ کا حلیف ہے اور وہاں مودودی صاحب مقبول ہیں۔

بارہ تیرہ دن قبل میرا مرزائیوں سے مناظرہ تھا، عین مناظرہ کے وقت سے ایک گھنٹہ قبل ربوہ سے اُن کو شرعی حکم آیا کہ مناظرہ نہ کرنا۔ رپورٹ خدام الدین میں آ گئی ہے۔ مرزائی رفعِ عیسیٰؑ پر مناظرہ کرتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ہے ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ۔ مرزا نے عیسیٰؑ کی آمد کا انکار اس لئے کیا کہ وہ خود مسیحِ موعود بننا چاہتا تھا۔

مودودی صاحب نے دجّال اور امام مہدی کا انکار کیوں کیا؟

صحابہ کرام نے اپنی سیرتوں کے جو نقش چھوڑے ہیں، وہ ہمارے لئے روشن ستارے ہیں۔ ہماری ان کی پیروی میں نجات ہے
ان کا مقصد زندگی کیا تھا؟ اللہ کے نام کی سربلندی اور ظالم کے ظلم کو روکنا۔

اب یہ ملک پاکستان ہے، اعتقاد کے لحاظ سے ۹۰ فیصد مسلمان ہیں۔ غریبوں کی اتنی سرگرانی نہیں جتنا دوسرا ہے۔
اگر حقداروں پر سے ظالموں کے ظلم کو نہ روکا گیا تو نوجوان ذہن یہ سوچنے پر مجبور ہو جائیگا کہ ان کا اسلام میں حل نہیں ہے۔

اگر اسلام کا نام استحصال ہو اور حقوق نہ ہیں تو سوشلزم آ جائیگا۔ اگر اسلام کے سرچشمے ہماری بدعملی کے دلدل
سے خشک ہو جائیں تو لادینی آ جائیگی۔ اب پیر اور جنت ٹرا ہے۔ قومی، مجھے اسلام نے دیا ہے، ہم ان کو دیں ورنہ سوشلزم آ جائیگا۔

کیا ضرور ملک اب حق ہے کفر کا فتویٰ؟ میں سرمایہ داروں کو مشورہ دیتا ہوں کہ غیر سودی کا سہارا لینے کے بجائے مزدوروں
کو ان کا حق دیں۔ خدا کا حق ہے گندم میں سے وہ جتنا دو اللہ حق اس کے بندوں کو دیں، جو دینے کو اگاتے ہیں۔ اب عوام جاگ
چکے ہیں۔ اسلام کے نام پر فریب دینے والے میدان سے ہٹ جائیں۔ جب تک اسلام اصل شکل میں نہیں آئیگا مسائل حل نہیں ہونگے۔
ورنہ لوگوں کو تصور ہوگا کہ اسلام ناکام ہے اس طرح تو سوشلزم آ جائے گا۔

سچے اسلام کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا موقع دیں۔ علماء کے بارے میں سارے ایک ہو گئے ہیں کیا ہر ایک ... کیا ہو سکتا
کیا جماعت اسلامی رہے۔ سچے اسلام کے سب دشمن ہیں۔

میں کہتا ہوں ہمارے نے تم دونوں ایک ہو، اسلام میں ترمیم کرنے والے اور کوئی دوسرا نظام لانے والے۔ ہم پرانے
اسلام کیلئے آواز دے رہے ہیں۔ اس وقت ملک ایک بین الاقوامی منڈی بن چکا ہے اور اس میں ہر آرزو اپنے مالک کی آواز پکار رہا ہے
قرار کرے کہ ہماری آواز کی سربلندی کو شرف قبول حاصل ہو اس لئے کہ ان الدین عند اللہ الاسلام۔

ہم اب تک دوسرے نعروں سے مرعوب نظر آتے ہیں، جرأت پیدا کرو، ووٹ سب کا برابر ہے، اگر ہم اس کی
قدر کریں۔ عہد کریں کہ ہم نے قرآن و سنت کا قانون بنانا ہے۔ محمدی تقسیم میں عدل ہے۔ دعا، دعا کرو ...
سوشلزم میں ہے جبکہ اسلام میں عدل ہے۔

قرآن مجید میں ہے کہ لڑکے کو دو حصے دو اور لڑکی کو ایک یہ عدل ہے۔ اسلام میں عدل و احسان کا نظام ہے۔
اس ملک میں اسلام اپنی بہار ابھی دکھا سکے گا جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم والا اسلام آئے۔ ہم نے اس پر اترنا ہے، دوسرا ... قبول نہیں

کہ آئین نو سے ڈرنا، طرز کہن پہ اڑنا ؏ منزل یہی کٹھن ہے قوموں کی زندگی میں۔

تو بڑا ہوا خودی پیدا کرو، ضعیفی نہ دکھاؤ، اللہ کے اعتماد پر غیرت کے پر کھلے ہیں ... کہ
تقدیر کے قاضی کا یہ فتویٰ ہے ازل سے ؏ ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات

وما علینا الا البلاغ۔

خطاب عالمی مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب جامعہ اسلامیہ راولپنڈی ۱۷ر جولائی ۱۹۷۸ء ۔

بزرگان محترم، علمائے کرام و عزیزان گرامی!

اسلام کی حقانیت کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے، کہ دنیا کے بڑے بڑے ذہین لوگوں کی ذہانتیں اس مذہب کے خلاف صرف ہو رہی ہیں، لیکن یہ قائم ہے۔ اگر حق نہ ہوتا، تو کب کا مٹ چکا ہوتا۔

وہ دماغ جو خلا پر قبضہ کر کے چاند پر پہنچ گئے، وہ اسلام کو دنیا سے ختم کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے رہے ہیں لیکن ناکام ہیں۔ یہی دلیل اسلام کی حقانیت کیلئے کافی ہے۔ ان کی کوشش ہے کہ اسلام کو زندگی سے خارج کر دیا جائے، صرف نام ہی نام رہ جائے۔ خانۂ خدا میں کہہ رہا ہوں، اسی منبر رسولؐ پر کہہ رہا ہوں، ہر منبر کا شجرہ نسب مسجد نبوی کے منبر تک پہنچتا ہے اور ہر مسجد کا خانہ کعبہ تک۔ کہ آپ کو اس سازش کا عشر عشیر بھی پتہ چل جائے، جو یہودی اور عیسائی کر رہے ہیں، تو رونگٹے کھڑے ہو جائیں، ہنسنا ختم ہو جائے، جس کے دل میں اسلام کا ذرہ بھی ہے۔ وہ یہ سمجھنے لگے کہ اب اسلام زندہ ہی نہیں رہ سکے گا۔ ہر مسلمان اسلام سے مایوس ہو جائے۔

جو تنظیمیں اور انجمنیں یہ کام کر رہی ہیں، اُن ملکوں نے ان کے قائدین کو آلۂ کار بنا لیا ہے۔ بہرحال آپکی یہ ناواقفیت بھی اللہ کی رحمت ہے۔ اسلام علم کا دین ہے، جہل کا نہیں، لیکن ہر قسم کی معلومات ہوں، یہ ہر کسی کیلئے ضروری نہیں۔ اگر ہمیں یہ کوششیں معلوم ہو جائیں، تو ہم مایوس ہو جائیں گے۔ یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواہہم۔ چراغ سامنے ہو، تیل سے جلنے والا، اس پر کوئی پھونکیں مارے، تو وہ بجھ سکتا ہے۔ یہی کیفیت ہے۔ آجکل۔ تیل ختم بات ختم۔ جو طریقے چل رہے ہیں اور کس طرح مسلمانوں کے دلوں میں فاسد خیالات پیدا کئے گئے ہیں، یہ داستان بڑی دلخراش ہے۔

یہ دور ابتلاء ہے، اسے کون سی چیز روک رہی ہے، پیغمبر کی توجہ کو، کہ وہ فاتحانہ طریقے سے داخل نہیں ہوئی اور جھنڈا نہیں لہرا سکی۔

یہ سب بڑی رکاوٹ، تائید الہی کے علاوہ، عوام کی اسلام کے ساتھ وابستگی ہے۔ غیروں کی کوشش ہے کہ نظام تعلیم، قرآن اور دولت کے ذریعے عوام کو برگشتہ کیا جائے۔ لیکن اسلام کیلئے قربانی دینے والے کم پڑھے لکھے لوگ موجود ہیں۔ جس دن عوام کا یہ رشتہ ٹوٹ گیا، وہ دن قیامت کا ہوگا۔

سیاسی طاقتوں نے، اس عوامی قوت کو نظر انداز کر دیا ہے۔ امریکہ، روس، یورپ کی پوری کوشش ہے کہ عوام میں دین کی طرف بے اعتنائی پیدا ہو جائے۔ نئی نسل ایسی پیدا ہو، جسکے ہاں ایمان اور حلال و حرام کا کوئی امتیاز نہ ہو۔ خواص کی طرف سے وہ مطمئن ہو چکے ہیں۔ "اذہن الخواص" کو اپنی مٹھی میں لے لیا ہے۔ اسلامی ممالک میں کتنے ایسے منافق لوگ سرگرم ہیں۔ یورپی مفکر اسلامی ملک کی ہر لحاظ سے رہنمائی کرتے ہیں۔ خاص طور پر مشرق وسطی میں "فری میسن" کا اثر ہے۔ سب سے زیادہ زور اس منطقے پر ہے، ہمارے برّ اعظم کو انہوں نے نظر انداز کیا ہے، جسکی وجہ سے علماء، مدارس موجود ہیں۔ کوئی فتنہ بھی ہو، مرزائیت کا، مادیت کا، اس کا مقابلہ ہوتا ہے۔ ایسے صاحب فراست بھی گذرے ہیں، جنہوں نے سو سال بعد کے فتنوں کو بھانپ لیا۔

شاہ ولی اللہؒ نے "حجۃ اللہ البالغہ" کتاب لکھی۔ بارھویں صدی میں یہ کتاب لکھی جا رہی ہے، معلوم ہوتا ہے، سو سال کے بعد آنیوالے حالات کو دیکھ یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ حدیث پر، سنت پر آنذہ کیا، کیا اعتراضات ہونیوالے ہیں۔ آپ اس کتاب کا ترجمہ پڑھ لیں۔ برصغیر اسلئے محفوظ ہے۔ سلطان عبدالحمید خان، ترکی خلافت والے، کو اتنا زیادہ بدنام کیا، اسلئے کہ اس نے شیطانی ترقی پسند قوتوں کو پنپنے نہ دیا۔ اُن کے پاس یہودیوں نے ایک وفد بھیجا، جس نے پیشکش کی کہ ہم ترکی کا سارا قرض ادا کر دینگے اور مزید اتنا رقم بھی دیں گے۔ ہم صرف

یہ چاہتے ہیں کہ فلسطین میں بیت المقدس کا ایک حصہ ہمیں دے دیا جائے۔ مفتی امین الحسینی صاحب نے خود ہمیں بتایا کہ وہ کروڑوں کے تحائف لے گئے تھے۔ سلطان نے تھوڑی سی مٹی زمین سے اٹھا کر کہا، ہم تمہیں اتنی جگہ بھی نہیں دیتا۔ اس وفد نے اُن سے کہا پھر آپ حکومت نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ پھر یہودیوں نے سازشیں کیں اور سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ کر دیا۔ خلافت ختم ہو گئی۔ اب قوت کا مرکز منتقل ہو رہا ہے۔

آپ لوگ پاکستان میں اسلامی زندگی کا عملی مظاہرہ کریں۔ یہ تنہا حکومت کی ذمہ داری نہیں، پہلے آپ اپنے اوپر یہ زندگی جاری کریں، تمدن پر بھی۔ رسموں کو چھوڑیں، شادی بیاہ کی، تقسیم میراث کی وغیرہ۔

بنگ نہار میں تقریباً دو لاکھ آدمی ہونگے اجتماع میں۔ اُن سے میں نے کہا، ایک ایسی حکومت سے شکایت کرتے ہو جہاں غیر مسلم اکثریت ہے۔ تم بتاؤ تم نے خود کتنا عمل کیا اسلام پر؟ کتنے واضح احکامات پر عمل کیا۔

شادی میں لڑکے والے مطالبہ کرتے ہیں، لڑکی والوں سے۔ یہ انسان کی بنیادی کمزوری ہے، کہ اپنی اصلاح کے بجائے دوسروں سے مطالبہ کرتے رہتے ہیں۔ فرمایا گیا ہے کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ۔ جن پر ۶،۵ کروڑ لوگوں کی ذمہ داری ہے، اُن سے تو مطالبہ کیا جاتا ہے، لیکن اس حکم کے مطابق آپ خود کتنا کر رہے ہیں؟ چھوٹے حقوق سے بچ رہے ہیں، حقوق غصب کئے جا رہے ہیں

فرمایا گیا کفیٰ بنفسک الیوم حسیبا۔ اسی طرح اعمالکم عمالکم۔ اپنا محاسبہ کریں۔ جتنا علم جانتے ہیں اُتنے پر تو عمل کریں۔ اگر ہمارے اعمال غلط ہونگے تو حکمران بھی پھر ایسے ہی ہونگے

آپ لوگ ابھی یورپ کی نظروں سے بچے ہوئے ہیں کسی حد تک، لیکن اب وہاں کے علماء کی زندگی بھی اسلام کے مطابق نہیں ہے۔ عرب ممالک میں کتا، تصویر، عام ہے۔ دوری جیسی چیزیں رواج پا چکی ہیں۔ وہاں حدیث نہیں پڑھائی جاتی، یہاں تو الحمدللہ صحاح ستہ پڑھائی جاتی ہیں۔ اسلئے آپ لوگ ابھی سے فکر کریں اور احادیث شریعہ کی ابتدا اپنے آپ سے کریں۔ پھر یہ کچھ عمل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے مانگیں گے، تو اللہ کی مدد آئے گی۔

جب صحابہ کرامؓ نے حضورؐ سے پانی نہ ہونے کی شکایت کی، تو آپؐ نے اُن سے پہلے کچھ عمل کرایا کہ تھوڑا پانی لے کر آؤ۔ پانی آیا، جب انگلیاں ڈالیں، تو فوارے پھوٹ پڑے۔ فرمایا یزدکم قوۃ الی قوتکم۔ یہ اسلئے تا کہ لوگ کوشش کرنا نہ چھوڑ دیں۔ کھانے کی بات ہوئی تو فرمایا جو ہے لے آؤ۔ پھر اللہ برکت پیدا کرے گا، جتنی جو بھی کھانے کی چیز تھی جیسے زیادہ برکت ہوگی۔ بچہ تھوڑا چلتا ہے، تو والدین سہارا دے کر پھر چلاتے ہیں۔ آپ لوگ بھی تھوڑا چلیں، تو اثر ہوگا۔

ہمارا کوئی بھی عمل، جنت کی ایک کنکری کے بھی برابر نہیں، سارے اعمال کی یہی حیثیت ہے، لیکن تھوڑی سی کوشش بھی کریں گے، تھوڑا بھی چلیں گے، تبدیلی پیدا کریں گے تو انشاءاللہ صحیح اسلامی معاشرہ وجود میں آ جائے گا۔

1/3

خطاب مفکر اسلام سید ابوالحسن علی ندوی صاحب خلیفہ مجاز امام الاولیاء حضرت لاہوریؒ ۔ اسلام آباد ہوٹل 17 جولائی ۱۹۷۸ء

بزرگانِ محترم و عزیزانِ گرامی!

شیخ و مرشد حضرت مولانا عبدالقادر رائپوریؒ نے فرمایا قلب ہی قلب کی شہادت دیتا ہے، جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے مجھے خوشی کے ساتھ شرمندگی ہے کہ میرے بارے میں بہت القابات لگائے گئے ہیں، جب کہ میں ایک طالب علم ہوں اور طالب علم ہی رہنا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں مسجد کا حجرہ ہو یا کتب خانے کا گوشہ جہاں مصروف رہوں، جسطرح حضرت یوسفؑ نے کہا تھا کہ بیٹھا تو ہوں تخت مصر پر لیکن ہمیشہ یہاں نہیں رہنا چاہتا اور خاص کر نیک افراد کے ساتھ حشر چاہتا ہوں، اس ہوٹل کی نسبت تو کچھ جگہ مقدس ہے، جہاں روح کا فیض ہے اور قلب کو غذا ملتی ہے۔ مذہب، دین، عقائد اور عبادات کے ساتھ ایک زندگی گزارنا اصل ضرورت ہے۔

دین اور ہوٹل اور تمدن الگ ہو، یہ اسطرح ہے جیسے کسی طائر بلند پرواز کے پر کاٹ دیئے جائیں۔ کوئی دین خلا میں نہیں رہ سکتا، اس کیلئے جگہ چاہیے ہوتی ہے، جہاں نافذ ہو۔ اور دین بلا تمدن ایسے ہے جیسے مچھلی پانی سے باہر ہو۔ اگر دین کو اصل تمدن سے علیحدہ کر دیں۔ دین کی اصل جگہ متحرک زندگی ہے۔ اگر کبھی گوشہ نشین ہوتا ہے تو اس قوت کو جمع کرنے کیلئے، مرکوز کرنے کیلئے، جو مطلوب ہے۔ خانقاہیں زندگی کیلئے کمین گاہیں تھیں۔ مدارس کی بھی افادیت یہی ہے۔ اکثر مذاہب کیخلاف یہ سازش ہوئی، فلسطین کی زمین میں سیدھے سادے اصل دین کے بجائے رومی و یونانی تمدن منتقل کر دیا گیا۔ تو وہ اصل دین کا پیغام دینے کے قابل نہ رہی اور انہیں چند عقائد میں محدود کر دیا گیا۔

دنیائے مسیحیت عقائد کی تحریف کے علاوہ ایسا تمدن نہیں پیدا کر سکی، جس میں مسیحیت کی روح ہو۔ یورپ میں پہنچی تو ایسا پیوند لگا دیا کہ مسیحیت اور زندگی میں تضاد پیدا ہو گیا۔ یہاں تک ہوا کہ مسیحیت کے متعلق فیصلہ ہو گیا کہ صرف عقائد و عبادات کا نام ہے۔ حالانکہ اصل مسیحیت میں انسان دوستی، تواضع اور بے نفسی تھی۔ اب اس کے متضاد جذبات پیدا ہو گئے۔ یہ مسیحیت کی پہلی ناکامی تھی کہ صرف عقیدہ ہے تمدن نہیں ہے۔ اُن پر زبردستی تمدن تھوپ دیا گیا۔

اسلام کے متعلق یہ بات کبھی بھی قبول نہیں کی جا سکتی، اگر کسی ملک پر ایسا جادو چل گیا۔ تمدن بھی ایک شخصیت ہے، جو ایک روح رکھتی ہے۔ مذہب بھی روح رکھتا ہے، تمدن اور مذہب دونوں کا اتصال نہیں ہو سکتا، اگر روح مختلف ہو۔ تمدن بے جان کیسا ہو سکتا ہے۔ مکانات، صبح و شام وقت گزارنا، عادات میں سے اگر ان کو بے جان تصور کیا جائے، تو زندگی بے جان ہو گی، لیکن یہ بے جان نہیں ہیں۔

ڈیڑھ صدی سے اسلام کیخلاف یہ سازش ہو رہی ہے، مغرب کا واسطہ جب مشرق کے ان ممالک سے پڑا تو اس نے دیکھا کہ ان کو عقیدہ سے ہٹانا مشکل ہے۔ جیسے صلیبی جنگوں میں انہوں نے تجربہ کیا۔ میں مسلمانوں سے تاریخ نے انصاف نہیں کیا۔ شاید کسی قوم نے اپنے دین کی حفاظت کیلئے اتنی قربانیاں دی ہوں، جتنی ہمیں عرب مسلمانوں نے دیں، حرکت مہدوی کی طرح، اس کی تصویر ہمارے سامنے نہیں۔ انہوں نے نصف صدی تک وہ قربانیاں دیں، جس کی مثال نہیں ملتی۔ ایک محدود تعداد نے ارتداد قبول کیا، لیکن بڑی تعداد مراکش کی طرف منتقل ہو گئی۔

اس وقت یورپ کے مفکرین نے تمدن بدلنے کا فیصلہ کیا، تمدن معصوم نہیں ہوتا، بڑا حساس، غیور ہوتا ہے۔ ایک تمدن، دوسرے تمدن کو برداشت نہیں کرتا۔ تمدن بدلے تو عقیدہ بھی قائم نہیں رہ سکتا۔ میں ہوٹل کی مناسبت سے عرض کر رہا ہوں۔

مثال کے طور پر بتاتا ہوں کہ میں ایک بڑے مشہور دولتمند عرب کے بنگلہ میں گیا، وہاں پانی کے ساتھ طہارت کا کوئی انتظام نہیں تھا

اس ملک کی ۹۹٪ آبادی مسلمان ہے اور طہارت کیلئے پانی کے استعمال کی کوئی صورت نہ تھی۔ میں نے مجبور ہو کر ایک ہندوستانی طالبعلم سے لوٹا مستعار لیا اور طہارت حاصل کی۔ جب تم اپنی کثیر آبادی کی ضروریات کا خیال نہ رکھو گے تو تمہارا اپنا تمدن کیسے محفوظ رہیگا۔ ہوائی اڈوں پر "حکانہ الصلوٰۃ" لکھا ہوا بورڈ ہوتا ہے۔ مسجد نہیں تھا تو لفٹ کے ہوائی اڈے پر۔ وہاں بھی پانی کے استعمال کا کوئی انتظام نہ تھا۔ گلدستہ سے کام لیا۔ ایک اور ہوٹل میں گئے، ایک نو قرۃ دی ونڈ کیپ تھا، وہاں بڑے سے چرچ کی تصویر تھی، وہ بھی ایک بہت بڑا عرب ملک ہے۔ اسلام اتنی بے حسی ہے۔ ایران کے ایک ہوٹل کا ڈیسک کھولا تو بائیبل پڑی تھی۔ میں نے کہا عرضاً کتنا اچھا ہوتا اگر قرآن رکھی ہوتی، اسکی یہاں جگہ رکھتے۔

یہی مغربی یورپ نے کیا ہے کہ ان کے عقیدے کو نہ چھیڑو، تمدن کو بدلو۔ ان جیسے ملکوں میں طہارت کا تصور ہی نہیں۔ نظافت یعنی صفائی، تمدن اور مذہب کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ مسلمان ملکوں میں یورپ کا یہ تجربہ کامیاب ہو رہا ہے کہ مغربی تمدن کو ایسا جاری کر دو۔ اگرچہ کچھ تجزیے مفید بھی ہیں جیسے صفائی، سہولت وغیرہ لیکن ہر تمدن کی ایک روح ہوتی ہے، اگر وہ پورا غالب ہو جائے تو عقیدہ بالکل مغلوب ہو جائیگا۔ اسلامی ملک کے مرکز میں یہ ہوٹل قائم ہوا، جہاں اسلامی ماحول پیدا کرنے کی کوشش کی جائیگی۔ یہاں ایسی چیز کو اندر آنے کی اجازت نہ دی جائے جو حرام ہو۔ اگر فطرت سلیم ہو تو فرحت صرف ایسی حالت میں حاصل ہوتی ہے جو حلال ہو۔ محرم چیز سے طبیعت کو سکون نہیں ملتا، یا وہ محرم نہیں یا فطرت سلیم نہیں۔ قلب کو حرام سے سکون ہو تو قلب بیمار ہے۔ صحیح قلب وہ ہے جسکو جائز چیزوں سے فرحت حاصل ہو۔ حقیقی فرحت صرف حق کے پاس ہے۔ ابن تیمیہ نے کہا ہے "جنتی فی صدری۔ التبرو ان کیف لا یعرف سعدہ والعصر محرومہ"۔ جنہوں نے دنیا کو معبود بنا رکھا ہے، مال و دولت کے تفاخر کو، ان کو سکون نہیں۔ امریکہ میں خواب آور دوائیں، کھانے پینے کی چیزوں کے بعد کثرت سے مستعمل ہیں، لیکن اللہ کے بندوں کو کوئی فکر نہیں ہوتی، جن کو تفاخر میں دلچسپی نہیں۔ خواجہ عبید اللہ احرارؒ کو اللہ نے فقیری میں شاہی دی۔ بعض مرتبہ سلطنت نے ان سے قرض لیا۔

ایک مرتبہ ایک آدمی آیا کہ غلہ کا جہاز ڈوب گیا، تو فرمایا الحمدللہ۔ کچھ دیر بعد دوسرا آیا اور بتایا کہ جہاز نہیں ڈوبا، فرمایا الحمدللہ۔ ایک بے تکلف دوست نے پوچھا۔ پہلی مرتبہ الحمدللہ کیوں کہا؟ فرمایا میں نے دیکھا کہ میرے دل کی حالت نہیں بدلی، مالک سے جو تعلق تھا وہ تو نہیں ٹوٹا، وہ سلامت تھا اسلئے الحمدللہ کہا۔ بعض مرتبہ آدمی خوشی میں ہتھیار ڈال دیتا ہے، جبکہ غم میں تو لڑکھڑاہٹ کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے لیکن مومن کی حالت یہ ہوتی ہے کہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

وہ تمدن جو دولت کی نمائش بنائے، تفاخر کو، جس میں ناداروں کی گنجائش نہ ہو۔ ایک حکومت کے سربراہ کہتے ہیں کہ آپ بہت وقت نمازوں میں لگاتے ہیں، وقت ضائع کرتے ہیں۔ اسلامی ملک کا اقتصاد رہا ہو۔ جس تمدن میں ہمارے لئے فرائض کی گنجائش نہ ہو اس کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ اسلامی ملک کا فرض تھا کہ سب حقائق کو تسلیم کرتے ہوئے، ایسا ڈھانچہ بناتے، اپنی تہذیب میں، دفاتر میں، معاشرے میں جس میں نماز کی گنجائش ہو۔ ایسے اجتہاد کی ضرورت ہے، اجتہاد تمدن میں بھی ہوتا ہے۔

تمدن کے بارے میں ہم نے اجتہاد نہ کیا، یورپ کا بے بہ۔ اگر ترکی اجتہاد کرتا تو اچھا ہوتا۔ نہ آزاد ملکوں نے اسی خودداری سے کام لیا، خود سرداری نہ۔ یہ تو ایک شریف آدمی کا فرض ہے، مسلمان تو کیا۔ وہ ملک بھی یورپ کے غلام تھے، ورنہ یہ ملک بھی غلام۔ اگر پاکستان میں یہ تجربہ کامیاب رہا، اپنے نظام کو ایسا بنایا کہ حدود شرعیہ کی خلاف ورزی نہ ہو، تو اس سے عرب ملکوں میں ضرور احساس پیدا ہوگا کہ اب اسلامی تمدن سے دنیا کے ساتھ نہیں چھوڑا جا سکتا۔ اللہ ہمیں اس کام کو کسی بھی درجہ میں معین بنا دے۔

عمل تو کوئی ہے نہیں، اگر اس کام کیلئے کوئی مدد کر سکوں، تو یہ میری سعادت ہوگی۔

علمائے کرام و مفکرین حضرات، اسلامی تمدن پر بغیر کسی منفی جذبہ کے کام کریں اور ثابت کریں کہ دین ایک تمدن کا تقاضی ہے۔ ہمارا مذہب صرف پوجا پاٹ کا مذہب نہیں جیسے ہندو ہیں یا عیسائی۔ ہمارا دین تو "صبغۃ اللہ" ہے، دین کے ساتھ اگر تمدن نہیں تو "صبغہ" کیا ہے۔ صبغۃ اللہ کا رنگ ہے، جو زندگی سے ظاہر ہو۔ اگر دین کے ساتھ تمدن نہیں تو پھر "صبغہ" نہ ہوگا۔

قانون معاشرت اسلام کا دینا ہے، عائلی قوانین ہیں، اجتماعی قوانین ہیں۔ اسلام کا تقاضا ہے کہ اسراف سے بچا جائے، سادگی ہو، خدا کا خوف ہو۔ مسلمان دین کی روح کے رنگ میں زندگی کو گذارے۔ تمدن وہ ہو، جو حضورؐ اور صحابہؓ کی عمومی زندگی کے مطابق ہو۔ لیکن ہم یہ دعوت نہیں دے سکتے کہ لباس، طرز تعمیر وغیرہ بالکل وہی ہو۔ البتہ اجتہاد کیا جا سکتا ہے، تمدن میں بھی۔

خطاب مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی صاحب 28 اگست 2006ء واہ کینٹ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم اھدنا الصراط المستقیم صدق اللہ العظیم

سورۃ فاتحہ میں اگرچہ مضامین بہت سے ہیں۔ چونکہ وقت میں توحید کے ساتھ اس لیے یہ ایک آیت پڑھی ہے۔ حضرت مولانا حسین علی صاحب جو گنگوہی کے شاگرد ہیں

کہ میں مکہ مکرمہ میں تیرہ سال رہا، وہاں ایک بزرگ پورے سات سال سورۃ فاتحہ کا درس دیتے رہے۔ لیکن مضامین ختم نہیں ہوئے۔ بعد میں بھی جاری رہے

اس سورۃ میں دو بڑے مضامین ہیں توحید اور تبلیغ۔ ایک گروہ والے تو توحید کو نہیں جانتے اور دوسرے گروہ والے آخری حصہ یعنی تقلید

نہیں مانتے۔ وہ کہتے ہیں تقلید توحید کے منافی ہے۔ آجکل توحید بھی نئی ہے۔ مولانا علی محمد جانباز نے فرمایا کہ ... کے خلاف کتاب لکھی

ایک ختم القرآن کے پہلے خطبہ میں دلیل یہ تھی کہ اگر ... توحید میں فرق نہیں تھا۔ آجکل بعض تقلید ... اس کو توحید کے منافی کہتے ہیں

وجہ اللہ ... کو بھی توحید کے خلاف کہتے ہیں۔ آجکل فتنہ یہ ہے کہ بعض کسی کتاب اور مطلب اپنا بیان کیا۔ توحید کے معنے یوں بھی کرتے ہیں۔

عیسائی کہتے ہیں کہ ہم نے تمام آسمانی کتابیں بائبل میں جمع کر دی ہیں۔ مگر بائبل میں تثلیث کا عقیدہ موجود نہیں ہے۔ یہ تثلیث ... اور 1+1+1 کے بجائے 3 کا

ایک جواب دیتے ہیں۔ اکبر الہ آبادی شاعر ہو گزرے ہیں کہتے تھے کبھی دفتر گئے انگریز کے۔ گھڑیال نے تین بجے ایک گھنٹی بجائی انگریز نے کہا گھڑیال

خراب ہے۔ خوشامد ... اگر یہ خراب ہے تو تمہارا عقیدہ بھی خراب ہے۔ اس نے تین کو ایک ظاہر کیا تم بھی تین کو ایک اور ایک کو تین ظاہر کرتے ہو۔

مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے لکھا ہے کہ دہلی میں ایک انگریز ... نے دلیل دی تو اس نے جواب دیا کہ ہمارا عقیدہ تثلیث قرآن کے اندر موجود ہے۔

مولانا کھڑے ہو گئے تو اس نے دلیل دی کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم میں تینوں نام خدا کے ہیں نام تو تین ہیں لیکن مراد ایک خدا ہے۔ مولانا کیرانوی نے اسے جواب دیا کہ

ذات ایک ہے صفات تین ہیں۔ جبکہ تم تین ذاتوں کو ایک جدا مانتے ہو۔ تمہارا باپ کسی کا بیٹا ... تو کیا تمہارے ... ہو سکتے ہیں۔

جس کا مقدم ... ایسی کی جتنی ہو سکتی ہے۔ مسئلہ تحذیر الناس، صراط مستقیم وغیرہ کی عبارتوں کی تعبیر اور مفہوم صاحب کتاب کی بتائی ہوئی صحیح ہوگی

مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب نے بتایا ہے کہ حرم میں امام ... وغیرہ بیٹھے تھے اور درس دے رہے تھے۔ میں گزرا اور پوچھا امامت کا تقاضا کرتی ہے، گیارہ بارہ شرائط ہیں

ان میں ایک یہ بھی ہے کہ "صغر عضوہ" وہ مزاح کر رہے تھے کہ "عضو صغر" کی بھی پیشین گوئی کر دی۔ حالانکہ جسم میں 360 اعضاء ہیں۔ ان کو بحث کیلئے ہی

عضو صغر ... کا مطلب یہ ہے کہ جسم کے تمام اعضاء متناسب ہوں۔ اسی طرح ایک شرط ہے "احسن زوجۃ" کہ بیوی خوبصورت ہو۔ یہ کہتے ہیں کہ اسطرح

"حنفی" احناف کی بیویاں کی مدد کی گئی۔ حالانکہ اسکا مفہوم یہ ہے کہ امام کا دھیان غیر محرم عورتوں کی طرف نہ ہوگا اسلئے کہ اپنی بیوی خوبصورت ہوگی۔ عورت کو نکاح

سے پہلے دیکھنا جائز ہے تو منکر حدیث یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ اسطرح جنتی گئے گی۔

یہی آجکل سخت فتنہ ہے کہ عبارت "فقہ" کی ہو اور مطلب غیر مقلد بیان کرے۔ "فقہ" کے مطابق امام کے اعضاء متناسب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ

کسی کا سر بڑا ہو، پاؤں چھوٹے ہوں تو یہ متناسب نہ ہوئے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ "سر بڑے سرداروں کے پاؤں بڑے گنواروں کے"۔ متناسب اعضاء اسلئے کہا

کہ اسکی وجہ سے مزاج بھی اعتدال والا ہوگا۔ یہ در مختار کی عبارت ہے۔

بعض دفعہ مقصد ... وہ ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے "اس کا ہاتھ کھلا ہے یا ہاتھ تنگ ہے" تو اس سے مراد سخی یا بخیل اور کنجوس ہے۔

ایک لطیفہ ہے کہ لکھنؤ میں ہر سال مشاعرہ ہوتا۔ مقامی شعراء آتے۔ ایک دفعہ باہر سے شاعر بلائے گئے تو مقامی شاعروں کو تکلیف ہوئی اور ناکام کرنے کا پروگرام بنایا۔

ایک غیر مقلد نے کہا کہ میں جب شور مچاؤں تو تم بھی شور مچا دینا۔ تو جب پہلے شاعر نے یہ شعر پڑھا کہ ... کے گوہر یکتا حسینؓ ہیں۔ تو

تو مقامی شاعر نے "ٹیڑھے بکر" کے بجائے "ٹیڑھا" سمجھا اور لوگوں کو الجھانے کی کوشش کی کہ یہ شعر یوں ہو "کان نبی کے گوہر یکتا حسینؓ ہیں"۔
گویا "کان" کو "کانا" بنا دیا کہ نعوذ باللہ "کانے نبی کے"......

جیسے مرزا قادیانی نے "خاتم" کے معنی "مہر" کر دیے کہ وہ جس پر ٹھپہ لگا کر نبی بنائیں گے، لہٰذا مجھے بنا دیا۔ منکر حدیث کہتے ہیں کہ "لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین" کی رو سے "حدیث کی ضرورت نہیں ہے"، حالانکہ قرآن مجید میں دوسری جگہ ہے کہ "لتبین للناس"۔ اسی طرح منکر کہتا ہے "ولقد یسرنا القرآن للذکر" ہے، اسے سمجھنا ہر ایک کیلئے آسان ہے، حالانکہ دوسری جگہ فرمایا گیا "یسرنا القرآن بلسانک"۔

منکرین حدیث کہتے ہیں کہ گردن کا مسح کرنا، چھریاں چلانا ہے۔ ایک "غیر مقلد مولانا" نے لکھا ہے کہ دس وجہ سے "حنفی مشرک ہیں"، ان سے نہ رشتے لو دو۔ نہ ان کے پیچھے نماز پڑھو اور نہ ان کا جنازہ پڑھو۔ یہ بیماری اگر ابتدائی سطح پر ہو تو ہم ٹال دیتے ہیں۔ جب ان میں کوئی "دعوتی" ہو جائے، تو پھر وہ آگے بڑھتا ہے اور "منکر حدیث" ہو جاتا ہے۔

ایک غیر مقلد لڑکے نے دلیل دی کہ حنفی پانچ منٹ میں نماز پڑھ لیتے ہیں، جبکہ وہ بیس منٹ میں پڑھتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ امام ہلکی نماز پڑھائے تاکہ بیمار، بوڑھے اور معذور مقتدی تنگ نہ ہوں۔ اگر حضورؐ کا ہر عمل امتی نے کرنا ہے تو آپؐ نے بیت المقدس کی طرف نمازیں پڑھیں، آج کوئی غیر مقلد اس طرح نماز نہیں پڑھتا۔

بخاری شریف کی ہر حدیث پر عمل کرنا نہ خدا کا حکم ہے نہ رسولؐ کا۔ بخاری کتاب سے پہلے جو لوگ مسلمان تھے، ان کے بارے میں کیا فیصلہ ہے؟ ہر روایت پر عمل کرنا ضروری نہیں۔ ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ اب جو بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز کیلئے اللہ اکبر کہے گا وہ مرتد ہو جائیگا۔
تم نماز کی ایک رکعت کے مسائل بخاری سے نکال کر دکھا دو۔ حدیث کی اور فقہ کی کتاب میں یہی فرق ہے۔ زکام کیلئے ایک حکیم نے مریض کے مزاج کے مطابق ایک نسخہ لکھا، دوسرے حکیم نے اپنے مریض کے مطابق دوسرا نسخہ لکھا، حالانکہ مرض ایک ہے۔ یہی کتاب اور حکیم کے نسخے میں فرق ہے۔ جو خود کتاب حدیث دیکھ کر عمل کرنا چاہے گا، وہ خراب ہوگا۔ فقہ کی کتابیں نسخے ہیں۔ یہ تعلیم الاسلام، بہشتی زیور وغیرہ فقہ کی ہیں۔...

"محدثین" کے پیش نظر یہ ہوتا ہے کہ جو عمل حضورؐ کے دور میں ہوئے، وہ ان کی زندگی کا نقشہ پیش کرتے ہیں، لہٰذا سب جمع کر دو۔ بخاری کی حدیث ہے کہ حضورؐ کی گیارہ بیویاں تھیں، حالانکہ ایک وقت میں 9 ہوتی تھیں، کیا ہم اتنی بیویاں رکھ سکتے ہیں؟ اس حدیث پر عمل کیلئے۔ اسی طرح ایک اور روایت ہے حضورؐ سو کر اٹھے، بغیر وضو نماز پڑھی، کیا ان روایتوں پر کوئی عمل کر سکتا ہے؟ امام بخاریؒ خود بھی ایسی روایتوں پر عمل نہیں کرتے تھے۔

فیصل آباد میں اس فتنے نے زور پکڑا تو قاسمی صاحب میرے بھائی (امین اوکاڑوی صاحب) کو فون کیا کہ ہر اتوار یہاں آیا کریں۔
ایک غیر مقلد داماد نے کہا میری گھر والی بگڑی ہوئی ہے، کہتی ہے بخاری پر عمل کرو۔ تو میرے بھائی صاحب نے کہا، چار جگہ بخاری میں ہے کہ حضورؐ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا، اسی طرح ہے کہ "فاتوا حرثکم انی شئتم" اس سے پوچھنا کہ اس پر عمل کرنا ہے کہ نہیں؟ پچھلے حصے کا استعمال کرنے دوگی؟ بخاری میں پیشاب بیٹھ کر کرنے کی ایک حدیث بھی نہیں۔

ایک آدمی ڈیرہ غازیخان سے میرے پاس آیا۔ اس کا حنفی لکی سوٹ تھا۔ اسی طرح کے سوال کیے تو میں نے اسے کہا کہ کوئی آدمی آئے اور آپ سے کہے کہ جولاہا کپڑا غلط بن رہا ہے، تو کیا آپ دخل دیں گے۔ آسانی "تقلید" میں ہے، "تحقیق" میں نہیں، جس کا کام اسی کو ساجھے

بخاری میں ہے کہ مکھی کے ایک پر میں شفا ہے کیا تو نے اپنے میڈیکل سٹور میں مکھی کے پر رکھے ہیں۔ اسی طرح یہ بھی ہے کہ گدھی کے دودھ سے علاج کرو، اونٹوں کے پیشاب سے علاج کرو۔ کوئی شخص ہے تم بھی اپنی چیزوں کو اپنے میڈیکل سٹور میں رکھو میں حدیث پر عمل کرے۔

ایک میڈیکل سٹور والے نے اونٹ کے پیشاب کی بوتل رکھی اور ایک غیر مقلد کو کہا کہ بخاری پر عمل کرو یہ پیشاب پی جاؤ۔ خدا یقین ہے کہ ایک گھونٹ بھی پی [illegible] وہ دکان والا جس غیر مقلد سے کہتا وہ بھاگ جاتا۔

بخاری نے چار جگہ لکھا ہے کہ حضور کا آخری عمل لینا ہے۔ اسی طرح ایک بچی کو [illegible] اور کہا غیر اللہ کو [illegible] تبرک سمجھ میں [illegible] کو جاتی ہو وہ پریشان ہو گئی۔ بات کو مانتی ہو کہ نہیں [illegible] جواب ہوگی مشرک کا حکم ہے کہ کسی چیز کو خدا کی ذات یا صفات میں شریک مانا تم امام کو اس طرح مانتے ہو کہ حدیث کے مقابلے میں اس کی بات نہیں [illegible] وہ امام کو نبی کا نائب سمجھتے ہیں۔

ایک ایسے امام نے چار سالہ بچی کا جنازہ پڑھایا اور اونچی آواز کی دعا میں "خیرا من زوجہا" پڑھا تو ہنسائی ہو گئی۔

ایک آدمی لیٹرین خانے میں اللھم ارحنی رائحة الجنة کی دعا پڑھتا تھا وہ غیر مقلد تھا۔ اسے کہا گیا کہ سوچا تو تھا۔ تو دعا کا سوراخ بھول گیا۔ جانا تھا یہ دعا ناک کے سوراخ والی ہے۔

تو غرض یہ ہے کہ بخاری کی ہر حدیث پر عمل بغیر سوچے سمجھے ایسے مسائل پیدا کر دیتا ہے۔ فقہی امام نے اسی لئے فقہ مرتب کی ہے کہ شریعت کے تقاضوں کے مطابق اصول وضع کر دیئے جائیں۔

1/2

خطاب حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب خلیفہ مجاز حضرت مدنیؒ ۳۰ اپریل ۱۹۸۲ء راولپنڈی

دین کا مدار ما انا علیہ واصحابی ہے' اسی طرح اصحابی کالنجوم فبایہم اقتدیتم اہتدیتم ۔ صحابہؓ کو جو حصہ ملا ہے حضورؐ سے انوارِ نبوت کا براہِ راست پرتو ہے

ہر دور میں اللہ والے ہمارے لئے واسطہ ہیں۔ فرمایا گیا ہے "سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود" تا کہ ہم بعد والے صحابہؓ کی ہر کیفیت سمجھ لیں کہ رنگ کالا بھی ہو تو چہرہ نورانی ہے۔ یہ عقل کی بات نہیں' ایمان کی بات ہے۔ عقل والا صحیح ہے جو قبول کرے۔

اس آیت میں ایک اور بات بھی ہے کہ یہ نورانیت سجدوں کی وجہ سے ہے اور جو قرب سجدہ میں ہوتا ہے' وہ کسی اور حالت میں نہیں ہوتا۔ صحابہ کے درجات میں تفاوت ہے' ستاروں کی طرح۔ لیکن ہر ایک میں نور ہی ہے۔

مجدد الف ثانیؒ نے فرمایا "صحابہ کا اختلاف تھا' ان کے نفوس کا تزکیہ حضورؐ کی وجہ سے ہو گیا ہے' ان کی رائے خلوص نیت پر مبنی ہے۔ کمینے یا ذاتی نفسانی وجہ سے نہیں کی"۔ جو عالم مجتہد ہو جس کے پیچھے تقویٰ' علم' اہلیت مشترک ہے وہ استنباط کرے خلوص سے' اگر خطا بھی کریگا تو اس کو ثواب ہوگا۔ جب کرنوں سے روشنی ہو تو اس کی صفت کا حلیہ ہے جو سورۃ "الفتح" کے آخر میں بیان ہوئی تو پھر آفتاب نبوت کا کیا مقام ہوگا۔

نہ تو دین کا مسئلہ مشکل ہے' نہ رسالت کا۔ توحید کا مطلب ہے خدا کو ایک مان لیا اب اس تک قرب اور اسکی رضا کا حصول رسالت کے ذریعہ ہوگا۔ حضرت مولانا نانوتویؒ نے فرمایا "پہلے انبیاء کو بھی حضورؐ کے توسط سے فیضان حاصل ہوا ہے۔"

معجزہ ان لوگوں کیلئے ہوتا ہے جو موٹی عقل کے ہوتے ہیں۔ یہ دلیل سے نہیں مانتے' جن کو بغض کی وجہ سے نبی کے چہرے پر نورانیت نظر نہیں آتی۔ اسی طرح جتنی بڑی رسالت ہوگی' اتنا بڑا معجزہ ہوگا۔ نبی کا معجزہ قیامت تک قرآن ہے۔ ہم تو مقام رسالت کو سمجھ ہی نہیں سکتے' امکان کا بھی نہیں کر سکتے۔ حسی معجزات بھی آپؐ کو عجیب و غریب عطا ہوئے۔ رجب کا مہینہ ہے' معراج کے معجزے کا ذکر کرتا ہوں۔

"سبحٰن الذی اسری بعبدہ" سبحٰن کا لفظ وہاں بولا جاتا ہے' جہاں عقل میں بات نہ آئے اور جو کام صرف اللہ کی ذات ہی کر سکے۔ معجزہ اعلیٰ ہے تو صفت بھی اعلیٰ ذکر ہونی چاہیے۔ اور یہ صفت عبدیت ہی اعلیٰ ہے' بندہ کا یہ مقام ہے' جو اللہ میں فنا ہو جائے' سب سے اعلیٰ مقام فنائیت ہے۔

شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے "غنیۃ الطالبین" میں خلافت راشدہ کو بیعت و خلافت سے بیان فرمایا۔ حق چار یار کا مفہوم سمجھیں۔ خلافت راشدہ ہر صحابی کو تو نہیں ملی۔ آج کل بعض اذہان میں خلافت راشدہ کی نفی کی جا رہی ہے۔ اسلئے ضرورت ہے کہ اس نعرہ کو عام کیا جائے اطاعت و اعتقاد سے ہی نجات ملتی ہے۔ آنکھیں بند کر کے' اکابر کی تحقیقات مان لو۔

حضرت حسینؓ اور یزید کا مسئلہ نیا نہیں ہے۔ جو اکابر کی تحقیقات ہیں ہمیں ان پر اعتماد ہے' کسی نئی تحقیق کی ضرورت نہیں ہے اللہ نے تجدید دین کیلئے علماء دیوبند کو پیدا فرمایا۔ حضرت مدنیؒ نے الجمعیۃ میں لکھا ہے کہ حضرت نانوتویؒ نے خواب میں دیکھا کہ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہیں۔ حیات النبیؐ کے عقیدہ پر امت کا اجماع ہے۔ علماء دیوبند کے اکابر سے بڑھ کر کون قرآن کو سمجھ سکتا ہے۔ پہلے ایک فرقہ تھا خارجی' وہ اس بات پر منکر تھے کہ محمد رسول اللہ اب رسول نہیں رہے تھے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ پر اس وقت فالج کا حملہ تھا' جب یہ فتنہ اٹھا۔ وہ فرماتے تھے آقا کی حیات سے محبت ہوتی تو یہ ماننا' کون کہتا ہے میرا آقا مردہ ہے۔ اس عقیدہ سے قادیانی کو تقویت ملتی ہے۔ ایک ہوتی ہے روحانی سیر' روحانی پرواز' جیسے سالکین کی ہوتی ہے۔ اس جہان میں روح نکلنے کے بعد قیامت میں روح کے جلوے ہونگے۔ قیامت میں اس قسم کی خصوصیات اور ہونگی۔ اللہ تعالیٰ کی ذاتی تجلیات یہ مٹی یہ زمین برداشت نہیں کر سکتی' اسلئے حضورؐ کو وہاں لے گئے' جو عالم بالا کا نقشہ ہے۔ معراج میں۔

7/2

حضرت جیلانیؒ نے درس حدیث میں فرمایا ہمارے اکابر کی تحقیق کہ حضورؐ نے ان آنکھوں سے اللہ کا دیدار کیا۔ اس جہان میں دیدار نہیں ہوا، اس نظام شمسی میں نہیں ہوا۔

اس نظام سے پرے عالم آخرت میں حضورؐ نے ان آنکھوں سے دیدار کیا، یہ تعلیق کرنا کہ یہ جہان اور واقعہ میں ہے اس کی نفی بھی کی ہے۔

لفظ اسریٰ بعبدہ میں قصہ کر کے کہ ہمارا نبیؐ ہے اور یہ حضورؐ کا قصہ ہی ہوگا۔ فرمایا "لنریہ من آیاتنا" کیا کچھ دکھایا؟ صرف وہی نہیں جو بیان فرما دیا بلکہ یہ تو صرف

جس کی ضرورت کا حصہ بیان فرمایا۔ باقی کیا دیکھا؟ اسے کیا کہیں اور ادراک بھی نہیں۔ سفر معراج بہت بڑا معجزہ ہے اور یہ سائنس کی دنیا کیلئے چیلنج ہے۔

مولانا ابراہیم بلیاویؒ نے دیوبند میں درس میں فرمایا "اس کا مطلب یہ ہے کہ حضورؐ کچھ دیر سفر کر کے دروازے سے نکلے کہ کنڈی ہلتی رہی بلکہ ابتدا ہی معجزانہ طور پر ہوئی۔

دروازے سے نکلنا تو معمول کا طریقہ تھا کہ ان حضرات کو جو معجزہ نظر آیا تو جو عالم آخرت کے نظاروں کا تحمل ہو سکے۔ براق لایا گیا۔ مولانا ابراہیمؒ نے فرمایا وہ شاید

جنت سے آیا تھا۔ جبرائیل امین نے جو دیکھا تو خوشی میں پسینہ پسینہ ہو گیا۔ راستے میں ایک سرخ ٹیلہ تھا، حضورؐ نے فرمایا میں نے دیکھا حضرت موسیٰؑ نماز ادا کر رہے تھے۔

معراج کے بعد حضرت ... فجر کا وقت بھی ہو گیا ہے۔ جیسے ابتداء میں جو آیات اور احادیث صحابہ کرامؓ کے بارے میں

پڑھتی ہیں، ان سے بھی صحابہ کرامؓ کا مقام واضح ہوتا ہے۔ اسی طرح قرآن کریم "رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ" خدا نے ان کو یہ سند دے دی کہ

موت تک ان سے ایسا کام سرزد نہیں ہو گا جو اس کی رضا کے خلاف ہو۔ صحابہؓ کی شان وہی تصحیح فرما دی گئی

اسی طرح حضورؐ کے جسم سے متعلق اتنا سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ کی تجلیات عرش سے زیادہ حضورؐ کے وجود مبارک پر ہیں۔ ایسے

وہ خاک بھی عرش سے افضل ہے، جس کے ساتھ آپؐ کا جسم مبارک لگا ہوا ہے۔

شہید اسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب اسلام آباد — فروری ۱۹۸۷ء ٹیکسلا ½

- ہر انسان میں دو صفات ہیں رحمانی اور شیطانی۔ ہر انسان کیساتھ ایک شیطان پیدا ہوتا ہے۔ حضورؐ سے پوچھا گیا آپ کے ساتھ بھی ہے؟ فرمایا میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے۔
ہر نبی کا شیطان، اس کا خادم بن جاتا ہے۔ شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح چلتا ہے۔

- ہمارے استاد ایک واقعہ بتاتے تھے کہ ایک شخص نیچے بیٹھا تھا، چھت پر سے کسی نے پیشاب یا پاخانہ کر دیا، تو وہ شخص اٹھا یہی کہ کرنے والے کو تکلیف ہوئی، اس عمل پر اس کو "ولایت" مل گئی، لیکن اس کے بعد ایک بار وہ کسی عورت کو دیکھ کر کھانسا تو ولایت چھن گئی۔ مل بھی جلدی اور گئی بھی جلدی۔ ایک نیکی سے ملی اور ایک بدی سے چھن گئی۔

- ہر وقت شیطان سے پناہ مانگنے کی دعا کرنی چاہیے، اسلئے کہ وہ کوئی واردات بھی کر سکتا ہے، با خلوص نیکی کر کے، کیونکہ وہ تکبر پیدا کر دیتا ہے، ریا کا جذبہ بھی پیدا کر دیتا ہے۔

- امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" قرآن پاک کی ایک آیت ہے یا یک بار، جبکہ باقی ائمہ کے ہاں ہر سورت سے قبل آیت ہے۔

- بعض کے نزدیک "اللہ" اسم اعظم ہے۔ جس طرح اس نام کے اثرات ہیں، کہنے والے کے مقام کے لحاظ سے یہ اثرات کم و بیش ہوتے رہتے ہیں۔

- "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" میں انسان کی تینوں حالتوں کی طرف اشارہ ہے عالم ارواح، دنیا اور آخرت۔ "اللہ" وہ ذات ہے جس نے عدم سے وجود بخشا، دنیا میں ہر پریشانی سے نجات کیلئے "رحمٰن" کی صفت ہے اور آخرت کیلئے "الرحیم"۔

- کسی انسان کو صرف "رحمٰن" نہیں کہنا چاہیے، یہ صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ عبدالرحمٰن یعنی الرحمٰن پورا نام لیں۔ البتہ "رحیم" اکیلا بھی کہا جا سکتا ہے۔

- ایمان امید اور خوف کا نام ہے۔ رحمت کی امید ہو، حساب کا خوف۔ "خوف" بھی دو طرح کا ہوتا ہے، مشفق باپ سے صرف وقتی خوف ہوتا ہے، جس میں شفقت کی امید بھی ہوتی ہے، جبکہ دشمن سے ہمیشہ کا۔ یہاں لفظ میں جلال اور عظمت ہے بعد میں رحمٰن و رحیم میں پیار ہے، رحم ہے۔

- قیامت کے دن ایک شخص کو حکم ہو گا جاؤ جہنم میں، وہ بھاگتا ہوا جائیگا۔ پوچھا جائیگا اتنی جلدی کیوں؟ عرض کرے گا حکم جو ہے، تو اس پر اسے بخش دیا جائیگا۔
ایک دوسرے شخص کو حکم ہو گا وہ ہچکچائے گا، پوچھا جائیگا تو کہے گا کہ سوچا شاید رحمت جوش میں آ جائے، اسے بھی بخش دیا جائیگا۔ یہ رحمت کی وسعت ہے۔

- "تسمیہ" میں عیسائیت کے عقیدہ کا بطلان بھی ہے کہ اللہ نعوذ باللہ بخشنے پر قادر نہیں، اپنے بیٹے کو کفارہ لگا دیا۔ اُن کا صفت رحمٰن و رحیم سے بے خبری کی وجہ سے یہ عقیدہ ہے۔ مکہ والے بھی لفظ "اللہ" سے تو واقف تھے، "رحمٰن" سے نہیں۔ اسی لئے قرآن مجید میں ہے انہوں نے پوچھا وما الرحمٰن۔

- ساری شریعت کا سرنامہ "بسم اللہ" ہے، قرآن کا خلاصہ "فاتحہ" ہے جس کا خلاصہ "بسم اللہ" یعنی "ب" پر "زیر" اور "ذکر" تک ہے۔ یہ پہلے نبیوں کے کلام میں بھی تھا۔

- "بسم اللہ" کو جائز کام سے پہلے پڑھنا چاہیے، ناجائز یا حرام سے پہلے نہیں، بعض دفعہ پڑھنے سے کفر کا اندیشہ ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے اضطراراً بھی حرام کھانے سے منع کیا ہے۔

- ذبح کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو جائز ہے، عمداً نہ چھوڑے، عورت بھی ذبح کر سکتی ہے۔

- مصافحہ کرتے وقت "بسم اللہ" پڑھنے کا رواج غلط ہے۔ جس کام کیلئے بھی یقین کے ساتھ "بسم اللہ" پڑھے، وہ کام ہو جاتا ہے۔

- میں نے "بگتی" قبیلہ میں دیکھا کہ غلہ ناپتے وقت "بس" "بس" کہتے تھے، یہ ہوتے ہوتے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کا مخفف ہو گیا تھا۔

- اللہ تعالیٰ نے اپنی "ربوبیت" سورۃ فاتحہ کی پہلی آیت میں بیان فرما کر ساتھ ہی "رحمٰن اور رحیم" کی صفات بیان فرما دیں یعنی قرآن مجید کی ابتدا میں ہی تسلی بھی دیدی کہ دنیا و آخرت میں رحمت کا معاملہ کروں گا، اور آخری سورت میں تعلیم فرما دی کہ شیطانی و انسانی خناس قوتوں سے پناہ بھی مجھ سے مانگو، جو تمہیں اس رحمت سے محروم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور وہاں بھی اپنی ربوبیت بیان فرمائی "قل اعوذ برب الناس"

درس حدیث

مشکوٰۃ میں ایک حدیث ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضورؐ کی خدمت میں بیٹھے تھے اور باقی صحابہؓ بھی موجود تھے کہ ایک آدمی نے آکر حضرت ابوبکرؓ کو گالیاں دینی شروع کیں، جس کا آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ یہ دیکھ کر آپؐ مسکراتے رہے۔ جب وہ آدمی زیادہ گالیاں دینے لگا تو حضرت ابوبکرؓ نے اُسے کچھ باتوں کا جواب دینا شروع کیا۔ یہ دیکھ کر حضورؐ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے۔ حضرت ابوبکرؓ آپکے پیچھے پیچھے گئے اور معافی مانگی۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب تک وہ شخص گالیاں دیتا رہا اور تم خاموش رہے تو خدا نے ایک فرشتہ مقرر کر رکھا تھا جو تمہاری طرف سے اُسے جواب دے رہا تھا لیکن جب تم نے خود جواب دینا شروع کیا تو وہ فرشتہ چلا گیا اور مجلس میں شیطان داخل ہوگیا جس کی وجہ سے میں اُٹھ کر چلا آیا۔ اب میں تجھے تین باتوں کی نصیحت کرتا ہوں۔ پہلی بات یہ کہ جب کسی انسان پر ظلم کیا جائے اور وہ خدا کی رضا کیلئے برداشت کرے اور صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اُسے عزت دیتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص سوال کا دروازہ کھول دیتا ہے اسلئے کہ وہ اس دولت سے امیر ہو جائیگا تو اس کا مال نہیں بڑھتا۔ تیسری چیز یہ ہے کہ جو آدمی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا دروازہ کھول دیتا ہے صرف اللہ کی رضا کیلئے تو اس کا مال کم نہ ہوگا بلکہ بڑھتا ہی رہے گا۔

حضورؐ نے اس حدیث میں صبر کی فضیلت بیان فرمائی ہے کہ صبر سے اللہ تعالیٰ درجے بلند کرتے ہیں۔ ایک دفعہ قسم کھا کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مظلوم کی مدد کریں گے (اسلئے مظلوم کو دیکھ کر حقیر نہیں سمجھنا چاہیے اور اُس کو برا نہیں کہنا چاہیے)۔

ایک حدیث میں ہے کہ تین بچوں نے دودھ پیتے ہوئے اللہ کے حکم سے باتیں کی ہیں۔ ایک حضرت عیسیٰؑ نے، دوسرے بچے نے حضرت جریجؒ کی صفائی میں اور تیسرے نے ماں کی خواہش کے جواب میں۔ حضرت عیسیٰؑ کا ذکر تو قرآن مجید میں تفصیل سے ہے۔ حضرت جریجؒ اللہ کے نیک بندے تھے، ایک دفعہ عبادت کر رہے تھے کہ والدہ نے بلایا، آپنے عبادت کی مصروفیت کی وجہ سے جواب نہ دیا، اس خیال سے کہ فارغ ہو کر جلد جاؤں گا۔ ماں کی زبان سے نکل گیا کہ خدایا جریج کو کسی مصیبت میں مبتلا کرے (مسئلہ یہ ہے کہ نفلی نماز میں ماں بلائے تو نماز توڑ کر ماں کا جواب دینا چاہئے)۔ چنانچہ اُن پر بادشاہ اور اسکے غنڈوں نے الزام لگوایا کہ انہوں نے ایک عورت سے بدکاری کی ہے۔ عورت نے ایک دودھ پیتا بچہ پیش کر دیا کہ یہ جریج کا ہے۔ لوگوں کے سامنے جب یہ معاملہ ہوا تو آپنے دو نفل پڑھنے کی مہلت مانگی اور دعا کی کہ الٰہی میرے گناہوں کو معاف فرما اور اس بچے سے میری صفائی دلا۔ چنانچہ اُس بچے نے بھرے مجمع میں اپنی زبان سے کہا کہ میرا باپ فلاں گڈریا ہے، جریج نہیں (مظلوم کی دعا خدا نے قبول کی)۔

تیسرا واقعہ ایک ایسے بچے کا ہے جسے والدہ گود میں اٹھایا ہوا تھا، بادشاہ کی سواری گذری تو والدہ نے دعا کی کہ خدایا میرے بچے کو اسی بادشاہ جیسا بنا۔ بچے نے دودھ چھوڑ کر کہا یا اللہ مجھے ایسا نہ بنانا۔ تھوڑی دیر بعد ایک اور آدمی گذرا جسے لوگ جوتے مار رہے تھے اور ذلیل کر رہے تھے، اُسے دیکھ کر ماں نے دعا کی کہ یا اللہ! میرے بچے کو اس جیسا نہ بنانا۔ تو بچہ فوراً بول پڑا کہ اس جیسا بنا۔ ماں نے پوچھا یہ کیا بات ہے تو جواب میں بچے نے تیسری دفعہ بولا کہ بادشاہ کی شان و شوکت ظلم سے قائم تھی اور اس پر خدا کا غضب ہو رہا تھا اور دوسرا آدمی ظاہری طور پر ذلیل ہو رہا ہے لیکن وہ بے گناہ ہے اور اُس پر خدا کی رحمت نازل ہو رہی ہے، وہ خدا کیلئے مار کھا رہا ہے مظلوم ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی۔ مظلوم کی، والد کی اولاد کیلئے اور مسافر کی۔ مولانا محمد یوسف بنوریؒ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں فرمایا کرتے تھے کہ ہماری جتنی مظلومیت بڑھے گی، خدا سے قرب ہوگا۔

دوسری بات حضورؐ نے فرمائی کہ خدا کی راہ میں جتنا مال دوگے اتنا ہی بڑھے گا، بھلے ظاہری طور پر نظر آئے یا نہ آئے۔ آپ تجربہ کریں اگر گھر میں تنگی ہو تو خدا کی راہ میں خرچ کریں، یقینی اور اضافی کسب ہو، اللہ فراخی پیدا فرمائیں گے، لیکن ریا نہ ہو۔ میں نے خود تجربہ کیا ہے۔ تیسری بات فرمائی بھیک کا دروازہ نہ کھولیں۔

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ سوال کرنے سے چہرے سے گوشت کا ٹکڑا اُترتا ہے اور آہستہ آہستہ چہرہ گوشت سے خالی ہو جاتا ہے۔

1/3

خطاب حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب (مدینہ منورہ) ۶ اپریل ۱۹۸۳ء مرکزی جلسہ اسلام آباد

یہ دنیا بڑی چھوٹی ہے، جسے ہم بڑا سمجھتے ہیں۔ بہت سے لوگوں کو ہم بڑا سمجھتے ہیں اسلئے کہ ہم خود چھوٹے ہیں۔ جتنی ہماری استعداد تھی اتنی چیزیں ہمیں دکھوائی گئیں۔ اللہ بہت بڑے ہیں، فرشتے بہت بڑے ہیں۔ اگر یہ نظر آجائے تو انسان کا [illegible] پھٹ جائے۔ جنت، جہنم بہت بڑی ہیں، ہم یہاں ان کو نہیں دیکھ سکتے۔ عرش و کرسی بڑے ہیں۔ وسع کرسیہ السموت والارض مرنے کے بعد آنکھوں میں اللہ کے دیکھنے کی استعداد پیدا ہو جائیگی۔ فبصرک الیوم۔ فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم جن کو نہیں مانتا تھا آج دیکھ لے۔ قیامت کے دن اتنی استعداد نظر میں پیدا ہوگی کہ پوری مخلوق کو دیکھ رہا ہوگا۔ اسی طرح آواز میں اتنی طاقت پیدا ہو جائیگی کہ آرام سے بولے گا پھر بھی پوری مخلوق سنے گی۔ کانوں میں اتنی استعداد ہوگی کہ وہ سب کی آواز سنے گا دل کو بڑا کر دیا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ نے ان بڑی چیزوں پر ایمان بالغیب کا حکم دیا۔ اور یہ دنیا کی چھوٹی چھوٹی چیزیں ہمارے سامنے کر دیں۔ ان پر ایمان لانا طلب نہیں کیا۔ مشاہدہ کردہ چیز پر ایمان کا طلب کرنا بیکار ہے۔

انسان کا دل اللہ تعالیٰ نے ایسا بنایا ہے کہ جیسے آنکھوں کے راستے اس میں یقین پیدا ہوتا ہے ایسا ہی کانوں کے ذریعے۔ مثلاً مکہ کو سب نے نہیں دیکھا لیکن انکار نہیں کرتے۔ سن کر یقین کر لیا۔ اس معاملے میں دیکھنے والے اور سننے والے کا یقین برابر ہوگا۔ ایک نے بتایا کہ ہم چاند پر پہنچ گئے، باقی یا تو پاگل ہوئے یا مر گئے۔ اس ایک کی خبر پر سب نے مان لیا۔ نگاہ کانوں کی سماعت کے مقابلے میں کمزور ہے انسان کا کان دنیا کی چیزیں سن سکتا ہے، عرش عظیم کی باتوں کو سن سکتا ہے، خدا کی باتوں کو سن سکتا ہے، دیکھ نہیں سکتا۔ سماعت نگاہ سے زیادہ میدان رکھتی ہے۔

ایک مرتبہ ایک دہریہ پروفیسر طلباء کو سبق دے رہا تھا اور ثابت کرنا چاہتا تھا کہ خدا نہیں ہے۔ وہ ظاہری چیزیں گن گن کر کہہ رہا تھا کہ ان کا وجود ہے جو کہ نظر آرہا ہے، خدا کا وجود نظر نہیں آرہا۔ ایک طالبعلم نے پوچھا کہ عقل سے یہ باتیں بیان کی ہیں یا نہیں، عقل تم میں ہے؟ اس طالبعلم نے ساتھیوں سے کہا۔ اس کا عقل ہے ہی نہیں اسلئے کہ نظر نہیں آرہا۔ دنیا میں کئی ایسی چیزیں ہیں کہ نظر نہیں آتیں جیسے ہوا، روح ایمان ان چیزوں پر طلب کیا جا رہا ہے کہ جو تم کو نظر نہیں آرہیں، عقل میں بھی نہیں آرہیں۔ اسلئے کہ عقلوں میں بھی تفاوت ہے قیامت میں لایا ہوا ایمان قابل تسلیم نہیں ہوگا۔ موت سے پہلے پہلے کا ایمان معتبر ہے۔ ربنا ابصرنا و سمعنا فارجعنا نعمل صالحا انا موقنون نبی کی بات پر لایا ہوا ایمان قابل قبول ہے۔ ان هذه الحيوة الدنيا لعب ولهو۔ ان وعد الله حق ولا يغرنكم بالله الغرور دھوکہ دو چیزیں دیتی ہیں دنیا اور شیطان۔ قرآن میں یہی دو دھوکہ باز بتائے گئے ہیں۔ اپنی زندگی کو اس لائن پر ڈالنے کا طریقہ کیا ہے؟ دین کی دعوت دو، نبی کے طریقوں کی دعوت دو۔ اس کا نام ہے "اسلام"۔ ان اعمال پر عمل کرو، جتنا عمل ہوگا اتنا ایمان مضبوط ہوگا۔ مصیبت میں سے صحیح ایمان کی طاقت سے گذر سکتا ہے۔ یہی عوامل کو چلانے کیلئے اعلیٰ طاقت چاہیے

انسان کے بدن میں طاقت رکھی گئی ہے مشاہدے کی چیزوں کیلئے۔ اگر بخار چڑھ کر کمزور کردے تو کچھ نہیں کر سکتا۔ فانی چیزوں کیلئے فانی طاقت دی۔ ان فانی چیزوں میں تو انسان اپنی فانی طاقت سے چل سکتا ہے۔ روح نکل جانے کے بعد یہ فانی چیزیں تیرے قبضے سے نکل جائیں گی۔ اعمال بنانے کیلئے جو غیبی ہیں، اخلاق، اعمال پر عمل کیلئے غیبی طاقت چاہیے۔

جب روح میں ایمان کی طاقت آئیگی تو دنیاوی چیزیں اسکے آگے مسخر ہو جائیں گی۔ اس غیبی طاقت سے وہ چیزیں دکھائے گا جن کو دیکھ کر دنیا حیران ہو جائیگی۔ جن کو معجزات اور کرامات کہا جائیگا۔ صحابہ کرامؓ نے دریائے دجلہ پر سے گھوڑے گذار دیئے یہ دنیا کی طاقت نہیں کر سکتی، ایمان کی طاقت سے ہوا۔ جیسے موسیٰؑ نے اپنی نبی کی معجزوں کے ذریعے بنی اسرائیل کے ایمان میں قوت پیدا کی۔ لیکن تاجدار مدینہ کے امتیوں کے ایمان میں وہ طاقت آئی۔

اسلئے کہ پہلے سب صحیفوں اور کتابوں پر اور آئندہ ہونے والی سب چیزوں پر قیامت اور اسکے بعد کے حیات پر بھی ایمان تھا اسلئے ان کا ایمان سارے دنیا کی امتوں سے "بڑا ایمان" تھا۔ صحابہؓ کی دعاؤں سے مردہ زندہ ہوئے ہیں "اخرجنا" الجبر کے قریب سمندر سے یہاں اس لشکر کو صحابہؓ نے دریا پر چلایا، سمندر کو مسخر کیا۔ ایک صحابی اپنی سواری کے پاس بیٹھ گئے جو مرگئی تھی۔ حضرت عزیرؑ کا واقعہ ذکر کیا، جلکہ سے ہو کر جارہے تھے۔ دعا کی اللہ سے "حمار" کو زندہ کردے، وہ زندہ ہو گیا

اسلئے کہتے ہیں کہ ان صحابہؓ کی طرح اپنے ایمانوں میں قوت پیدا کرو۔ ہم نے دنیا کی مشاہدے کی چیزوں میں اپنے کو مشغول کرکے ایمان کو کمزور کر دیا ہے۔ صحابہؓ نے اپنی فکر اور سوچ کو حضورؐ کی فکر اور سوچ کے مطابق بنایا۔ گم کردہ راہ انسانیت کو ہدایت کی طرف لگانا ہے۔ یہ کھانا پینا وغیرہ اس کا انتظام خود خدا فرمائیں گے۔ فرشتوں کے ذریعے سب کے مسائل حل بھی فرمائیں گے۔ ہم جو اللہ سے مانگیں گے، دے گا۔

اسلئے کہ ہر ایک کا تعلق برابر نہیں ہوا کرتا۔ ایک فقیر بادشاہ کے پاس جائیگا، تو اسکا یقین زیادہ کریگا۔ سو دو سو نہیں مانگے گا، اسلئے کہ تعلق ایسا ہی ہے۔ اگر ایک جرنیل سے مانگے گا، تو اسکا یقین زیادہ کرے گا کہ تعلق بڑا اور زیادہ ہے، اس کی بنا پر ان سے ہزاروں لاکھوں کی توقع رکھے گا۔ اسی طرح وزیر، وزراء وغیرہ جائیں، تو ان کی توقع و یقین اور زیادہ ہوگا۔ ہر ایک کا یقین، تعلق کا جیسا ہی ہے بنا کرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ سے تعلق سے یقین پیدا ہوگا۔ دنیاوی تعلق تو معمولی ہے وقتی ہے، ہرجائی پن ہے۔ جو صدیقؓ تھا، ہمارا کام تو چلتا رہے گا، فقیر کا یہ یقین و تعلق رہیگا۔ آدمی کا جتنا اللہ تعالیٰ سے تعلق ہوگا، اتنا یقین زیادہ ہوگا۔

حضور اکرمؐ ایک بچے عبداللہ بن عمرؓ کا ہاتھ پکڑ کر، ایک صحابی کے باغ میں چلے گئے۔ آپؐ نے اٹھا کر کھانا شروع کیا، تو بچے نے نہ کھایا، عرض کی مجھے بھوک نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا مگر مجھے بھوک ہے اور چوتھی صبح ہے، میرے پیٹ میں کچھ داخل نہیں ہوا۔ لیکن یہ نہ سمجھو کہ میرا رب، مجھے دینے کو تیار نہیں۔ اگر میں کہوں کہ اس اُحد کو سونے کا بنا دے، تو بنا دے گا۔ لیکن میں دنیا سے لذتیں لگانے نہیں آیا۔ بچے! وہ دن آئیگا اور تو دیکھے گا کہ لوگوں کا یقین، اللہ کے رب ہونے پر ضعیف ہو جائے گا۔

3/3

مولانا سعید احمد خان صاحب

عمرہ ۱۰ ملک ایک سال کیلئے روزی پہنچائیں گے ۔

صحابہؓ کے یقین والا درجہ اب کسی کو ہو سکتا ہے؟ اسلئے جو کرامات ان کے ہاتھوں دکھائی ہیں وہ بعد والے نہیں دکھا سکتے
یقین بنے گا قربانی سے ۔ جتنا کہ ہم نبیؐ کے مقصد پر قربانی دیں گے دعوت کے عمل پر اتنا ہمارا یقین بڑھتا چلا جائے گا ۔
اُن جیسی رنگی والا یقین بن جائے گا ۔ اسلئے کہتے ہیں آج ہمارا یقین کاروبار میں لگے رہنے سے کمزور ہو گیا ہے ۔ کاروبار اُن
کا بھی تھا لیکن رجال لا تلهيهم تجارة عن ذكر الله ۔ کاروبار سے ان کا تعلق کم تھا ۔ جنت دوزخ کا جتنا یقین آئیگا کاروبار
میں اتنا کم ہوگا ۔ یقین میں کمی نہیں آئیگی ۔ ان احکامات کو اپنی زندگی میں اہل و عیال میں رائج کرے گا ۔

ہم اللہ کی راہ میں نکلے ہیں ۔ کچھ وقت کیلئے صحابہؓ نے قربانی دی ۔ اپنے کاروبار کھیتی باڑی میں نقصان برداشت کیا اور پھر
خدا نے ان نقصانات کو نعمتوں میں بدل دیا ۔ قیصر و کسریٰ کے خزانے ان کے قدموں میں ڈال دئے ۔ کیونکہ اب تمہارے اندر
استعداد پیدا ہوگئی کہ دنیا کو ہمارے احکامات کے مطابق استعمال کر سکو ۔ تمہارے اندر عدالت صداقت امانت آگئی ہے ۔ اب دنیا
میں احکامات رائج کرو ۔ دنیا اسلئے دی لذتوں کیلئے نہیں دی ۔ لذتوں کیلئے جنت و آخرت کا وعدہ کیا ۔

دنیا کو احکامات جاری کر کے دکھا دو ۔ فرمایا دنیا بڑی سرسبز اور میٹھی ہے چاہے حلال کی ہو یا حرام کی ۔ اگر فرق رکھ دیتے
تو تمیز ہو جاتی اور قربانی کیسے ہوتی؟ برے کام والے کیلئے بھی اسباب ہوتے ہیں ۔ اسباب موجود ہوتے ہیں اسلئے باز نہیں آتا ۔ اگر رکاوٹ
پیدا ہوتی تو وہ نہ کرتا ۔ لیکن پھر امتحان کیسے ہوتا؟

نبیؐ کے فرمان پر عمل اسباب کو چھوڑ کر فرمان سمجھ کر ہوگا ۔ اسلئے ہمیں ہر ایک کو بلانا ہوگا دین کی طرف ۔ آپؐ نے امت
کے سپرد کیا ہے کہ سیدھے طریقوں کی طرف دعوت دو ۔ تین چار چلے بچوں کا کھیل ہے ۔ اسلئے کہ ہماری عقلیں بچوں جیسی ہو گئی ہیں ۔
اصل تو یہ ہے کہ اس کو مقصد زندگی بنایا جائے ۔ ہر عمل ہر کام کو خدا کی طرف سے سمجھے اور نبی کے طریقہ پر کرے ۔
سب ہی ارادہ کر لو کہ حضورؐ کے مقصد کو اپنا مقصد زندگی بنائیں گے ۔ دین کیلئے پریشان ہونے والوں کیلئے
دنیا کی پریشانیاں مٹ جائیں گی ۔

شیخ الحدیث استاذ العلماء مولانا عبد المجید لدھیانوی صاحب دامت برکاتہم

8 اپریل 2011ء ختم بخاری شریف
جامعہ عبیدیہ فیصل آباد

صحابی روایت کی اسناد میں آتا ہے روایا نہیں ... آج بھی بزرگوں کی اور اولیاء اللہ کی
روحانی برکات کی مثال ہے اسی طرح صحبت کی برکت بھی ہے اپنی نسبت کی وجہ سے فائدہ ہوتا ہے۔
مولانا روم نے کہا ہے کہ یک زمانہ صحبت با اولیاء، بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
ظاہر کے اعمال میں انسان کے جذبات سے ہوتا ہے۔ جیسے قیامت کے دن سب سے پہلے شہید عالم وغیرہ کے بارے میں حدیث ہے کہ
نیت کیا تھی؟ جو تھی اس کا بدلہ دنیا میں دے دیا گیا۔ صحبت صالح صالح کے دل میں جان پیدا کر دیتی ہے۔
اس لئے ہر شخص کو کہا جاتا ہے کہ اچھے کی صحبت میں جاؤ اور اچھے کو کہتے ہیں برے کی صحبت سے بچو۔ صحبت اور
رفاقت کسی کی اثر کرتی ہے۔ جس شخص کی جس کی عظمت دل میں ہو اس کے دل میں عظمت ہو تو صحبت کا اثر ہوگا۔
جب آدمی کو اپنے بڑے کی صحبت سے روکا جاتا ہے اگر اس بڑے کی عظمت اس کے دل میں ہوگی تو اس کی بات اس پر
اثر کرے گی۔ اسی کی وجہ سے [illegible] اور دو قسم طبقے کی ہے ان کی صحبت ابھی بھی منفی طور پر اثر انداز ہوتی
آج لوگوں کے دلوں میں علماء و صلحاء کی عظمت نہیں ہے اور اس کو ختم کیا جا رہا ہے تاکہ اثر نہ ہو۔

8 اپریل 2011ء جانشین حضرت سوریؒ پیر طریقت حضرت مولانا عزیز احمد بہلوی صاحب دامت برکاتہم

حضرت سوریؒ حضرت لدھیانویؒ کے ہمراہ 12/15 سال حضرت رائپوریؒ کی صحبت میں رہے پھر حضرت تھانویؒ کے پاس دو سال آپ رہے
دس سال کی عمر سے [illegible] نور تکبیر اولیٰ فوت ہوئی [illegible] چھوڑی [illegible] اپنے [illegible] میں [illegible] ساری [illegible] محروم کی بات ہے
کہ جن جن کا [illegible] ہو گئی۔

فرمایا [illegible] مراد کا اللہ تعالیٰ نے [illegible] ذکر فرمایا ہے۔ حضرت [illegible] ایک [illegible] تھے ان کا ذکر [illegible] میں تفصیل سے ہے
وہ ایک [illegible] کے خادم تھے جب کسی نے پوچھا تو کیا کہتے [illegible] جواب [illegible] لکھتے [illegible] کو [illegible]۔ [illegible]
ایک دفعہ [illegible] باغ سے [illegible] میں [illegible] کرتے ہو [illegible] وہ [illegible] عمر [illegible]
[illegible]۔ مالک نے پوچھا کونسا درخت [illegible] ہے؟ اس نے جواب دیا میری [illegible] رکھوالی تھی [illegible]
تو [illegible] نے آپ سے کہا کہ اب میں تیرا خادم ہوں۔

آپ کے [illegible] میں والدین کا مقام بیان ہوا ہے۔ حضور ولی اللہ بایزید بسطامیؒ اپنی ماں کے پاؤں چوم رہے تھے
کسی نے پوچھا تو جواب دیا جنت کے دروازے چوم رہا ہوں۔ [illegible] دو سال کی ریاضت کے بعد اس
[illegible] پہنچا ہوں کہ [illegible] ذکر [illegible]۔ عمر کے بعد گھر آئے تو [illegible] والدہ ان کیلئے دعا کر رہی تھیں۔ [illegible]
[illegible] بے ہوش ہو کر گر گئے اور ہوش آنے پر فرمایا کہ میرا یہ مقام تو والدہ کی دعا کا نتیجہ ہے میری ساری ریاضت کا نہیں۔

خطاب مولانا محمد انور اوکاڑوی صاحب   28 اگست 1986ء بعد عشاء واہ کینٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم   ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ۔ یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ۔ صدق اللہ العظیم!

محترم علمائے کرام و حاضرین جلسہ!

مسئلہ حیات النبی ؐ ایمان بالغیب کا ہے۔ اسی لئے پڑھی گئی آیت کے آخر میں فرمایا گیا "ولکن لا تشعرون" یعنی کہ اس کا تعلق "ایمان بالغیب" سے ہے۔ جنت، دوزخ، قبر، منکر نکیر، اللہ تعالیٰ کا وجود، یہ سب ایمان بالغیب ہے۔ تو پھر مسئلہ کسی بات کا ہے "محل نزاع کیا ہے"۔ کسی مناظرے کا اہم ترین موضوع یہی ہوتا ہے کہ محل نزاع کیا ہے۔

حضرت عیسیٰ ؑ کے علاوہ نبی "کل نفس ذائقۃ الموت" کے مطابق دنیا سے تشریف لے گئے۔ ان پر وعدہ پورا ہو گیا۔

اسی طرح حضور ؐ پر بھی وعدہ پورا ہوا۔ موت کے واقع ہونے پر کسی کا اختلاف نہیں۔

بنیادی بات یہ ہے کہ حضور ؐ کا بدن اطہر روضے میں تر و تازہ ہے یعنی اس کے ساتھ روح کا تعلق ہے یا نہیں۔ ایمان و کفر عقائد کا تعلق ضروریات دین سے ہے مثلاً نماز، روزہ کا فرض ہونا، ختم نبوت، نزول عیسیٰ وغیرہ ان میں سے ایک عقیدہ کا انکار کفر ہے

تحریک ختم نبوت 1953ء میں مرزائی کافر کا نعرہ لگا تو جسٹس کیانی جو تحقیقاتی عدالت میں ان کے پاس گیا اور اسلام و کفر کا فرق پوچھا اور پھر اخبارات میں پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ اسکے جواب میں مولانا محمد ادریس کاندھلوی صاحب نے اس کی عدالت میں یہ تعریف کی کہ ایمان عام ضروریات دین کو ماننے کا نام ہے۔ ایک بھی ضروریات دین کا انکار کفر ہے۔

جج نے اعتراض کیا تو فرمایا اسکی مثال پاکی ناپاکی سے ہے۔ ظاہری پاکی اور باطنی پاکی۔ ناپاکی کیلئے ایک نجاست کا لگنا ہی کافی ہے سب نجاستوں کا لگنا ضروری نہیں۔ اسی طرح ایک من دودھ کی ناپاکی کیلئے پیشاب کا ایک قطرہ کافی ہے۔ اسی طرح بیماری اور تندرستی ہے۔ اگر کوئی مرض نہ ہو تو تندرست، لیکن صرف ایک مرض سے آدمی بیمار سمجھا جاتا ہے۔

ایمان بھی روحانی تندرستی کا نام ہے۔ ملک کی مثال دی کہ رعایا عام قانون مانتی ہے لیکن اگر کوئی ایک قانون کا انکار کرے تو وہ باغی شمار ہوگا۔ اسی طرح کسی بات کا ایک جامع مانع مفہوم ہو جیسے ہر ایک کا ماننا ضروری نہیں۔ جیسے "شلوار" کے متعلق بتائیں کہ کسے کہتے ہیں؟ جواب دیا گیا جو نچلے حصے کو چھپائے۔ فرمایا تہبند بھی ہے، جج نے کہا نہیں، بلکہ وہ ٹکڑے سِلے ہوئے ہوں۔ فرمایا پتلون یا کچھا ہو سکتا ہے۔

آپ نے پوچھا گلاس کی تعریف کرو، اس نے کہا جس سے پانی پیا جائے، فرمایا پانی تو چلو، لوٹی، برتن، پیالہ وغیرہ سب سے پیا جا سکتا ہے۔ مولانا نے جج سے کہا کہ ضروریات دین بہت سی ہیں، تعبیر و تفصیل ہر عالم اپنی ترجیح کے مطابق کرتا ہے جیسے نیچے کے حصہ کو چھپانا اصل مفہوم ہے نام مختلف۔ پانی پینے کا برتن اصل ہے، نام مختلف ہوں۔

واضح رہے کہ بعض عقائد ضروریات دین نہیں بلکہ "ضروریات اہلسنت" ہیں۔ عقیدہ حیات النبی ؐ ان میں سے ہے۔

ایک مفتی صاحب نے فرمایا ہے۔ اس کا منکر بد عقیدہ ہے، ہمارے اکثر مدارس کا فتویٰ ہے کہ وہ اہل سنت سے خارج ہے

بعض "وسیلہ" کے منکر ہیں۔ "وسیلہ بالذات" عقائد اہل سنت سے ہے۔ "عقیدہ" کے اکثر حوالہ جات المہند میں دیے گئے ہیں۔

انہوں نے حیات عیسیٰ کا بھی انکار کر دیا۔ دو ماہ تک ساتھیوں نے تحقیق کی کہ گجرات کا شاہ صاحب کا پہلا مرید اور اس کے 35 اہل خاندان مرزائی ہو گئے ہیں۔ گستاخی کا یہ نتیجہ نکلتا ہے۔

اس عقیدہ میں محل نزاع موت کا وقوع نہیں لہذا موت والی آیت پڑھنا بے محل ہے۔ ان آیات میں وعدہ موت ہے اور ہم تو وقوع موت کے بھی قائل ہیں۔ قرآن مجید میں وقوع موت نہیں ہے۔ کوئی مرفوع حدیث ایسی نہیں کہ میں مر چکا ہوں۔

وقوع موت خطبہ صدیق اکبرؓ سے واضح ہوا۔ یہ خبر واحد ہے جس کو امت نے قبول کیا۔

اسی خطبہ سے اور بھی چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے چہرہ مبارک سے چادر ہٹا کر فرمایا طِبْتَ حَيًّا وَّمَيِّتًا خطاب کا صیغہ وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں مخاطب سن رہا ہو۔ اسی طرح فرمایا لَا يُذِيقُكَ اللهُ مَوْتَتَيْنِ۔ اللہ آپؐ کو دو موتوں کا ذائقہ نہیں چکھائے گا۔ بعض نے اس خطبہ سے قبر کی حیات کے منکرین کے طور پر دلیل لی۔

لیکن اہل سنت اس سے حیات قبر مراد لیتے ہیں۔ یعنی اس سے پیدائش سے پہلے موت اور یہ دوسری موت مراد لیتے ہیں۔

لیکن اہل سنت اس سے حیات ثابت کرتے ہیں۔ "مماتی" کہتے ہیں کہ حضرت نانوتویؒ موت کے منکر ہیں۔ احمد سعید اُن کو کافر کہتا ہے حالانکہ حضرتؒ کا یہ عقیدہ نہیں۔ بلکہ یہ ہے کہ آپؐ کی موت اور دوسروں کی موت میں فرق ہے۔

نبی کی موت "استتار روح" کی وجہ سے ہوتی ہے۔ انقطاع روح کی وجہ سے نہیں۔ روح چھپ جاتی ہے۔ فرمایا گیا إِنَّكَ مَيِّتٌ وَّإِنَّهُمْ مَّيِّتُونَ ثُمَّ إِنَّكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ۔ دوسرے جملے میں مخاصمت کا ذکر ہے۔ وہ الگ نہیں۔ لیکن پہلے جملے میں موت کا الگ الگ ذکر کیا۔ اسلئے کہ دونوں کی موت الگ الگ ہے۔

حضرت نانوتویؒ نے اس سے یہ نکتہ نکالا ہے۔ دوسری دلیل یہ دی کہ نبی کی بیویوں سے موت کے بعد کسی اور کا نکاح جائز نہیں۔ اسی طرح وراثت بھی نہیں۔ بیوی جسمانی ضرورت ہے، روحانی ضرورت نہیں۔ اسی لئے عالم ارواح میں شادیاں نہیں۔ اسی طرح وراثت مال کی ہوتی ہے۔ مال بھی جسمانی ضرورت ہے، روحانی نہیں۔

اسی طرح فرمایا انبیاء کی حیات ذاتی ہوتی ہے۔ امتیوں کو حیات نبی کے وسیلہ سے دی جاتی ہے۔ عارضی صفت جدا ہوتی ہے۔ پانی میں ٹھنڈک ذاتی صفت ہے۔ پانی کو گرم کرنے کیلئے آگ پر رکھا جاتا ہے۔ لیکن ٹھنڈا کرنے کیلئے کوئی ضرورت نہیں۔ پانی میں گرمی عارضی صفت ہے۔ ذاتی وصف چھپ جاتا ہے۔ پانی کی ٹھنڈک گرم کرنے سے چھپ جاتی ہے۔ جو آزاد چھوڑنے سے لوٹ آتی ہے۔ کھولتا پانی بھی انگاروں کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔

اسی طرح موت و حیات کا تقابل ہے۔ عام انسانوں کی اور نبی کی۔ عام انسانوں کی حیات عارضی ہے وہ موت سے منقطع ہو جاتی ہے لیکن نبی کی موت سے اس کی ذاتی حیات منقطع نہیں ہوتی۔ عام آدمی کی موت سے اس کی بیوی اس کی نہ رہی۔ وہ نکاح کر سکتی ہے۔ اسی عام آدمی کا مال بھی اس کا نہ رہا۔ وہ وارث لے لیں گے۔ لیکن یہ اصول انبیاء کیلئے نہیں۔ اسلئے کہ ان کی حیات "مستتر" ہوتی ہے۔ منقطع نہیں۔

دوسری مثال دی کہ نیند، موت کی بہن ہے۔ یہ بھی نبیوں کی اور عام آدمیوں کی الگ ہے، اسی لئے نبی کی نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ دو فرشتوں نے نیند کے وقت، نبی کی۔ مثال بیان کرنے کے متعلق بحث کی۔ ایک نے کہا دل نہیں سویا۔ دعوت دی، قبول کی، تو کامیاب ہوئے۔ ایک کی نظر آنکھ پر تھی، تو دوسرے کی دل پر۔

خطبہ صدیقی میں یہ بھی واضح ہے کہ حضرت عمرؓ نے کسی اور کے بارے میں جھگڑا نہیں کیا، یہاں حضرت عمرؓ کی نظر ان فرشتوں کی طرح دل پر تھی۔ وہ "محدثین من اللہ" تھے، ان کی نظر باطن پر تھی، جسم پر نہیں تھی۔ وہ صاحب کشف تھے۔ ان کا نقطہ نظر بھی حضرت نانوتویؒ جیسا تھا۔ نیند کا انکار نہیں، کیفیت کا انکار ہے۔ دل نہیں سوتا۔ حضرت نانوتویؒ کا مسلک دلائل پر مبنی ہے۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ کوئی مماتی یہ آیت دکھا دے کہ حضورؐ کی موت، روح کا انقطاع ہے۔ وہ دلیل دیتے ہیں کہ "اللہ یتوفی الانفس حین موتها والتی لم تمت فی منامها" سوتے میں یہ آنکھ نہیں دیکھتی، ناک خوشبو نہیں سونگھتا، کان آواز نہیں سنتا، زبان کا ذائقہ بھی معطل ہوتا ہے، ہاتھ کا لمس بھی معطل ہوتا ہے، سونے سے پہلے حیات مکمل تھی، سوتے میں "مستتر" ہوتی ہے۔ روح کا اخراج نہیں ہوتا۔

ایک جگہ فرمایا "ھو الذی یتوفکم باللیل" تو کیا رات کو روح نکل جاتی ہے۔ وہ خواب والے حمل کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ ابھی عمر باقی ہے۔ یہ معراج کا واقعہ نہیں۔ قبر میں روح اور جسم کا اتنا تعلق ہے کہ اس کی وجہ سے کچھ نہ کچھ آثار باقی رہتے ہیں۔

(اس سے صرف موجودہ مماتیوں نے دلیل پکڑی ہے)۔ اختلاف ڈالنے والی جماعت وہ ہوتی ہے جو بعد میں پیدا ہوتی ہے جیسے مرزائی اور مماتی۔ مودودی، ڈاکٹر اسرار وغیرہ کہتے ہیں کہ مسلکی اختلاف سے ہٹ کر تفسیر پڑھائی جائیگی۔ یہ چوتھی جماعت پیدا ہو سکتی ہے تو پہلے جید آدمی

انکار حدیث والوں نے اختلاف ڈالا ہے، حجیت حدیث والے تو پہلے سے موجود ہیں، اسی طرح "منکرین فقہ" والوں نے، پہلے تو سب "قائلین فقہ" تھے

اسی طرح "منکرین حیات النبیؐ" کا مسئلہ ہے، یہ پاکستان بننے کے بعد 1958ء میں نکلے۔ اس سے پہلے سب "قائلین حیات النبیؐ" تھے۔

تو اختلاف ڈالنے والے منکرین حیات ہیں، ہم تو نہیں۔ یہ نئے عقیدے باطل ہونگے۔ عوام کو یہ بات اس انداز میں سمجھانے کی ضرورت ہے۔

اسی طرح مرزائی اور غیر مرزائی کا فرق بھی یوں سمجھاؤ کہ غیر مرزائی ہمیشہ سے ہیں، اسی طرح منکرین حدیث، ایسے کہ قائلین حدیث تو ہمیشہ سے تھے۔

ان لوگوں نے حیات النبیؐ کا انکار کیوں کیا؟ عبد الوہاب نجدی کا فتنہ پہلے سے شروع ہو چکا تھا، ان میں کچھ وہ جراثیم تھے جن کا اثر ہوا۔

احمد رضا بریلوی نے جب روضۂ رسولؐ پر علمائے دیوبند کو درس دیتے دیکھا، تو وہ جل بھن گیا اور ایک کتاب لکھ کر علمائے دیوبند کی کتابوں سے سیاق وسباق چھوڑ کر حوالے دیئے اور ان کیلئے فتویٰ دے دیا۔ زبانی اس نے بھی یہ تاثر دیا کہ علمائے دیوبند حیات النبیؐ کے منکر ہیں۔

اسی نے انہی کی کتاب کے جواب میں "المہند علی المفند" میں اس کی وضاحت بھی کی گئی کہ ہمارا عقیدہ "حیات النبیؐ" کا ہے۔ یہ کتابوں کا معاملہ 1325ھ ہجری میں ہوا، احمد رضا خان 1340ھ میں فوت ہوا۔ وہ اپنی زندگی میں کوئی دیوبندی نہ ڈھونڈ سکا جو حیات النبیؐ کا منکر ہو۔

ان کی یہ حسرت پاکستان بننے کے گیارہ سال بعد گجرات سے پوری ہوئی۔ انہوں نے احمد رضا خان کی خدمت کی ہے، اسکی روح کو خوش کیا گیا

اگر لندن کا چندہ ختم ہونے کے ڈر سے "المہند" پر دستخط کریں، تو یہ "دیوبندیت" نہیں ہے

اب کچھ رسالے شائع ہو رہے ہیں کہ مولانا منظور احمد نعمانی صاحب نے لکھا ہے کہ قبر میں جسد اطہرؐ کے بارے میں "المہند" میں صحیح تعبیر نہیں ہے۔

ہم تو ان کو فرقِ اہلسنت سے خارج کرتے ہیں، جب کہ وہ تو ہمیں مشرک اور کافر کہتے ہیں۔ اہلسنت کے پیروکار ہمارا ذبیحہ نہیں کھاتے۔

ضیاء اللہ شاہ نے ہائیکورٹ میں ایک سوال کے جواب میں کہا کہ بریلوی اہل کتاب کے حکم میں ہیں اور "حیاتی" ان سے بھی دو قدم آگے ہیں۔

تو جو آیت میں نے خطبہ میں تلاوت کی ہے "ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات" تو اس میں جسم اصلی کو قتل کیا گیا ہے تو بل احیاء والی زندگی بھی تو جسم اصلی کو حاصل ہوئی۔ "حیات" کہتے ہیں روح کے تعلق کو۔ یہ لوگ قبر کا انکار کرتے ہیں، حالانکہ یہ گڑھا ہی مراد ہے۔ حضور ﷺ کو منافقین کے متعلق حکم ہوا "ولا تقم علی قبرہ"۔ قرآن میں ہے "واذا القبور بعثرت"، "حتی زرتم المقابر"۔ قبر کے متعلق بہت سی آیات اور احادیث موجود ہیں، یہ سب کا انکار کر رہے ہیں۔

یہ سوال کہ موت سے کتنے منٹ بعد روح کا تعلق قائم ہوجاتا ہے جسم کے ساتھ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ماں کے پیٹ میں بچہ پیدائش سے پہلے کب سننا شروع کردیتا ہے۔ حضور ﷺ کتنی دور سے، کتنے قدموں کے فاصلے سے سنتے ہیں، یہ بھی سوال ہوتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسجد نبوی ﷺ کی حدود کے اندر، جہاں بھی درود پڑھا جائے، سنتے ہیں۔

اسی طرح کہتے ہیں جسے زندگی میں ابھی دفن کردیا جائے وہ تو زندہ درگور کہلاتا ہے۔ ہمارا موقف ہے کہ ہم دنیا کی سی زندگی مانتے ہیں، روح کے تعلق کے ساتھ۔ حضور ﷺ نے فرمایا "من صلی علی عند قبری سمعتہ"۔ اس حدیث سے مماتیوں کی رد بھی ہے اور بریلویوں کی بھی، کہ زندہ ہیں اور ہر جگہ نہیں، صرف وہاں سنتے ہیں۔

ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ صحابہؓ کو یہ پتہ نہ تھا، اختلاف کے وقت حضور ﷺ سے پوچھتے۔ جواب یہ ہے کہ قبر والا تو سنتا ہے، باہر والا نہیں سنتا۔ جیسے کراماً کاتبین ہماری باتیں سنتے ہیں، ہم ان کی نہیں سنتے۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان کی دنیوی زندگی بیداری کی ہے اور قبر والی نیند کی مثل ہے۔ قرآن پاک برزخی زندگی کو نیند والی زندگی سے تعبیر کرتا ہے۔ وضاحت یہ ہے کہ موت اور سونے میں خاص تعلق ہے۔ سونے اور جاگنے کی دعائیں پڑھ کے دیکھ لیں۔

ایک دفعہ جب حضور ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی نماز فجر قضا ہوگئی تو فرمایا گیا اللہ نے ہماری روحوں کو قبض کرلیا، جب چاہا چھوڑ دیا۔

شجاع آباد میں ایک "مماتی استاذ" دیوار کے پیچھے سے آواز لگوا کر اپنا مسئلہ سمجھاتے ہیں، حالانکہ مسئلہ بیداری کا نہیں، نیند سے سمجھنا چاہیے۔

خواب نیند میں اندھے کو بھی آتی ہے، اس لئے کہ نیند میں روح غائب ہوتی ہے اور بیداری میں جسم غائب ہوتا ہے۔ مرنے کے بعد قبر میں بھی روح غائب ہوتی ہے۔

آج کے دور میں تو ہزاروں میل دور سے آواز اور تصویر ہر رکاوٹ کے باوجود سنی اور دیکھی جا سکتی ہے، ہر رکاوٹ عبور کرکے۔ اگر سائنسدان موبائل، ٹی وی وغیرہ سے یہ کام لے سکتا ہے تو کیا خالقِ کائنات سنا، دکھا نہیں سکتا۔ بات صرف غیب پر ایمان کی ہے اور "ان اللہ علی کل شیء قدیر" پر ایمان کی ہے۔ عقل سے ماننا ایمان بالغیب نہیں ہے۔ قرآن مجید بھی کتاب ہدایت ہے "یؤمنون بالغیب" والوں کیلئے۔ ورنہ "یضل بہ کثیرا" بھی ہے۔ اللہ سب کو ہدایت عطا فرمائے اور اپنے اکابر پر اعتماد اور ان کی اتباع نصیب فرمائے۔ اسی میں ہماری نجات ہے

وما علینا الا البلاغ

خطاب علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب   عظمت اسلام سیمینار   ۹ ستمبر 1978ء

اسلام اور جمہوریت میں ایک قدر مشترک ہے کہ سربراہ حکومت کا انتخاب، عوام کی مرضی سے ہوتا ہے، لیکن یہ فرق موجود ہے کہ اقتدار سے ہٹانے کا اختیار اسلام میں عوام کو نہیں، جب کہ جمہوریت میں عوام کو ہے۔ اس طرح جمہوریت میں سربراہ کو ڈر رہے گا۔

اسلام میں اختیارات، خدا کی طرف سے سربراہ کو ملتے ہیں۔ جیسے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے اقتدار میں رائے سب سے لی، لیکن مرتدین کے خلاف جہاد کا فیصلہ، سب کی رائے کے خلاف کیا۔ اسی طرح خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی مطالبہ کے باوجود خلافت نہ چھوڑی۔

اسلام میں قانون کا سرچشمہ عوام نہیں، صرف انتخاب کا سرچشمہ ہیں۔ اگر انتخابات میں عوام کی رائے کے بجائے سربراہ کے انتخاب کا اختیار، صرف ایک گروپ کو ہو تو وہ سوشلزم اور کمیونزم ہے۔ یہی گروپ کسی کو اقتدار میں دیتا ہے۔ اگر چننے میں خدا اور اختیار بھی وہ دے تو وہ خمینی ازم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کا چناؤ کیا اور اللہ کا آخری چناؤ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔

عظمت اسلام سے پہلے، عظمت انسان ہے۔ وہ ہوگی تو پھر عظمت اسلام سمجھ میں آئے گی۔ اور عظمت انسان کس میں ہے کہ انسان کا کوئی ضابطہ زندگی ہو۔ ضابطہ زندگی ہوگا تو جب اس کو اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھالے گا تو عملی طور پر اسی وقت عظمت اسلام سمجھ میں آئے گی۔

1/2

خطاب حضرت مولانا مفتی منیر احمد منوّر صاحب 8 ستمبر 2006ء واہ کینٹ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ... الانبیاء احیاء فی قبورہم یصلون صدق اللہ العظیم

حضرات علمائے کرام و عزیز طلباء محترم!

دین اسلام تین قسم کے احکامات کا مجموعہ ہے اعتقادی، عملی، اخلاقی یعنی قرآن و حدیث میں بیان کردہ عقیدے، عبادات و معاملات اور نظام زندگی۔

عقیدے کی مثال جڑ اور بنیاد کی ہے عقائد حقہ کا مجموعہ "ایمان" کہلاتا ہے اور اس کو تسلیم ... اہل سنت کی بھی ترتیب بنیادی ہوتا ہے ... وہ اپنے خیالات کی ترتیب ... عام آدمی اس سے پریشان ہوتا ہے ... قرآن ہی نے ... فرمایا "اہدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم" اس کی تفسیر دوسری جگہ فرمائی "اولئک الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین" ان لوگوں کا رستہ صراط مستقیم ہے۔

انگریزوں کے دور میں ... ان کے ... استاد ... مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ، سیوطی ... وغیرہ۔

اب جو کہتا ہے کہ ... کو چھوڑو ... دیکھو وہ باطل ... ہے ... قرآن و حدیث کی ... تشریح ... کرتے ہیں۔

عقیدہ حیات النبی ﷺ کے بارے میں چند باتیں ہیں: پہلی یہ کہ قبر سے کیا مراد ہے؟ قبر کا مفہوم ... ہے ... مراد ہیں ... فرمایا گیا "وان اللہ یبعث من فی القبور" اسی طرح "منھا خلقنکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃ اخری" ... جو زمین میں ہیں ... ہی ... سے ... جگہ ... ہے۔

حضرت ابراہیم کے پرندوں ... قرآن ... میں موجود ہے کہ ... جسم کا ... ہے ... جسم کتنے ہی ... پر بکھرا ہوا ہے۔

دوسری بات برزخ سے ... گیا ہے "ومن ورائہم برزخ الی یوم یبعثون" ... برزخ میں داخل ... قیامت تک

تیسری بات "حیات اور موت" کا فرق ہے۔ دنیا کے اعتبار سے حیات یہ ہے کہ روح جسم کے اندر ہو۔ آخرت کے اعتبار سے حیات یہ ہے کہ روح کا جسم سے ... ہے

روح جنت میں ہوتی ہے جسم کے اندر نہیں ہوتی لیکن دور رہتے ہوئے جسم یا ذرات جسم سے تعلق ہوتا ہے جس کی وجہ سے حیات آ جاتی ہے جیسے ... کی مثال ... کنٹرول زمین پر ہوتا ہے ... عالم برزخ میں بھی حیات کی صورت ہے۔

چوتھی بات: حضور ﷺ پر موت آئی ہے اور یہ برحق ہے۔ آپ کی عمر ... ہوئے۔ البتہ روح کی موت نہیں ہوتی ہر انسان کی روح جنت یا دوزخ میں ہوتی ہے ... پر متفق علیہ ہیں البتہ نزاع یہ ہے کہ حضور ﷺ روضہ میں زندہ ہیں، سلام سنتے ہیں۔

حضور ﷺ نے وقت وصال فرمایا "اللھم الرفیق الاعلیٰ" روح رفیق اعلیٰ کے پاس ہے البتہ تعلق جسم سے اتنا مضبوط ہے جس سے آپ ﷺ کو سلام سننے کی مذکورہ طاقت حاصل ہے۔ ... کا یہ عقیدہ ہے ... انکار حیات کا عقیدہ نیا ہے۔

مولانا عثمانی نے "فتح الملہم" میں یہ مثال دی کہ حضور ﷺ کی حیات کی مثال اس طرح ہے جس طرح سورج کے اثر سے زمین پر گرمی ہوتی ہے باوجود بہت دور ہونے کے۔ حضور ﷺ کی روح کی طاقت تو اس سورج سے کئی گنا زیادہ ہے۔ اس کو حیات قبر بھی کہتے ہیں، حیات برزخی بھی، جسمانی بھی۔ لیکن اس سے مراد ... دنیا والی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا والا جسم وہاں زندہ ہے مگر لوازمات دنیاوی حیات نہیں۔

ایسی حیات کو حیات جسمانی اور حیات "حقیقی" بھی کہتے ہیں

جو "مُردہ" کی زندگی کامل حیات والی نہیں ہوتی مثلاً بکرے کا گلا کٹنے کے بعد کچھ دیر "حیات" رہتی ہے لیکن وہ کامل نہیں، ناقص ہوتی ہے اُسے تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔ عام آدمی کی سوال جواب کے وقت "حیاتِ حقیقی" ہوتی ہے، اسکے بعد "ناقص" ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے ثواب، عذاب کا احساس ہوتا ہے۔

جبکہ انبیاءؑ کو جو "حیاتِ حقیقی" دی جاتی ہے، مثلاً سوال جواب والی، وہ پھر ختم نہیں کی جاتی۔ اسے "حیاتِ روحانی" بھی کہتے ہیں اسلئے کہ دنیا میں روح کو تکلیف بواسطہ جسم ہوتی ہے جبکہ وہاں جسم کو راحت یا تکلیف بواسطہ روح ہوتی ہے۔ انبیاءؑ کا جسم دنیا والا محفوظ ہے اور زندہ بھی ہے اور اُسے متعلق روح حیات حاصل ہے۔ "انک میت وانھم میتون" سے مراد عالمِ دنیا کی موت ہے۔ اسی طرح "کل نفس ذائقۃ الموت" اور "این ما تکونوا یدرککم الموت" سے مراد بھی یہی ہے۔

قرآن سے حیات کی دلیل "ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتا" ہے۔ انسان روح اور جسم دونوں کا نام ہے، قتل تو جسم ہوا، "روح" تو صحیح سالم جنت میں چلا گیا ہے تو اس فرمان سے مراد یہ "جسم" ہے کہ اس کو "مردہ" نہ کہو، "بل احیاء"، یہ جسم زندہ ہیں جو قتل کئے گئے، اللہ کی قدرت سے زندہ ہیں، البتہ تمہارے شعور میں نہیں آئے گا۔

انبیاءؑ کا درجہ "شہداء" سے بلند ہے۔ امتی کا مرتبہ نبی سے کم ہے۔ حضورؐ کو "شہید" کا درجہ بھی دیا گیا ہے، اسلئے کہ "زہر" کی وجہ سے موت آئی۔ اس پر صحابہؓ کا اجماع بھی ہے۔ بخاری میں ہے حضرت عمرؓ نے اسلئے انکار کیا کہ عام آدمی کی موت سے اس پر کوئی تبدیلی آجاتی ہے جب کہ حضورؐ کے جسم پر کوئی تبدیلی نہ تھی۔ سوئے ہوئے لگتے تھے۔

حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "والذی نفسی بیدہ لا یذیقکم اللہ الموتتین ابدا"۔ عالمِ دنیا والی موت آگئی اور دوسرا اعلان یہ کیا کہ دوسری موت نہ آئیگی۔ اس کا مطلب ایک یہ ہے، نہ آپ اٹھیں گے، نہ دوسری موت آئیگی۔ دوسرا مطلب "فتح الباری" کے مطابق یہ ہے کہ قبر کے اندر رکھنے کے بعد ہر آدمی پر سوال، جواب کے بعد ایک موت اور آتی ہے، اسلئے کہ سوال جواب کے وقت حیات پوری ہوتی ہے، اس کے بعد تعلق کمزور ہو جاتا ہے۔ جس کی مثال بکرے کا تڑپنا ہے۔

انبیاءؑ پر قبر کے اندر اس پوری حیات کے بعد کمی نہیں کی جاتی۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے اپنی کتاب "آپکے مسائل اور ان کا حل" جلد دہم میں یہ فتوے نقل کیا ہے۔ عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں، جس کا یہ نہیں، وہ گمراہ ہے اس کے پیچھے نماز، مکروہ تحریمی ہے، اس کی تقریر سننا بھی جائز نہیں، اس سے تعلق بھی جائز نہیں اسلئے کہ نبی کریمؐ کے احترام کا مسئلہ ہے۔

خطیب اسلام حضرت مولانا سید عبد المجید ندیم صاحب

۱۶ اگست 2006ء ختم بخاری شریف۔

جامعہ اسلامیہ پنڈی

تسبیح عام ہے، ذکر خاص۔ تسبیح کائنات کی ہر چیز کرتی ہے، خواہ وہ بے شعور و بے عقل ہو، جبکہ ذکر صرف انسان کرتا ہے جو باشعور و عقلمند ہو
فرمایا گیا "فاذکرونی اذکرکم"۔ اللہ پاک: تم ذکر کرو، تمہارے ذکر میں عبدیت ہوگی اور میں تمہارا ذکر کروں گا، الٰہی ربوبیت ہوگی۔

اسی طرح ایمان والوں سے فرمایا "اذکروا اللہ ذکرا کثیرا"۔ انہیں کو خطاب فرمایا۔ آجکل کے علماء میں وہ صلاحیت نہیں جو پہلے والوں میں ہوتی تھی۔ وجہ یہ ہے کہ ویسے استاد بھی اب نہیں جیسے پہلے ہوتے تھے۔ اس دور کے ایک عالم میں پورا عالم ہوتا تھا۔ "موت العالِم موت العالَم" اسی لیے کہا جاتا ہے۔ صدر محمد ایوب خان نے حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کو فون کرکے رویت ہلال کے بارے میں مشورہ کیا کہ یہ کام سرکاری سطح پر کریں تو انہوں نے جواب دیا کہ تمہارا کام حکومت کرنا ہے، تم حکومت چلاؤ، دین میں مداخلت کی دردسری نہ لو، یہ ایک چھوٹا سا ہمارا مسئلہ ہے، تو اس نے اپنا ارادہ ملتوی کردیا۔ عالم کو مضبوط ہونا چاہیے۔ بزدل متقی لوگوں نے امت کو بہت نقصان پہنچایا ہے۔

آجکل بے دین بہادر ہوتے ہیں۔ امریکہ کے صدور دونوں "بش" اپنے حلقوں میں کٹر مذہبی مشہور ہوتے ہیں۔ موجودہ "بش" دفتر جانے سے پہلے روزانہ بائبل پڑھتا ہے۔ ان دونوں کو مخالف کوئی کیلیبل نہیں دیا، لیکن ہم مذہبی ہوں تو وہ ہمیں دہشت گرد کہتے ہیں

علماء سے گزارش ہے کہ احتیاج کا خاتمہ کیجئے۔ امت کو آج مضبوط کردار والوں کی ضرورت ہے۔ جنوبی افریقہ میں ایک عالم کو دیکھا ہے، خود اسکی اپنی تین فیکٹریاں تھیں اور ایک بستی تھی۔ وہاں عام لوگ ایسے تھے جیسے ان کے غلام ہوں۔ ڈابھیل میں علماء کو طبابت و فکلت، ہومیوپیتھک کے ماہرین کی بھی اسناد دی جاتی تھی۔ بنگلہ دیش میں بھی علماء کو فنون سکھائے جاتے ہیں۔

ہمارے ہاں آج کے دور میں بھی امام حضرات کو سارے محلے کا نوکر سمجھا جاتا ہے۔ ہمارے اکابر کا انداز اور تھا۔ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کے متعلق سنا ہے کہ ایک سیٹھ صاحب آئے۔ آپ نے اپنی ایک نظر دیکھا، سبق پڑھا رہے تھے۔ سیٹھ صاحب نے 50 ہزار روپیہ پیش کیا، تو اس سے فرمایا ہمارا بجٹ پورا ہوگیا ہے، ضرورت نہیں۔ اس نے کہا آپ کسی کو دیدیں، تو فرمایا میں تمہارا سیکرٹری نہیں ہوں۔ آپکا خیال شریف ہے (یہ آپ کا تکیہ کلام تھا)۔ یہ اکابر کا استغناء تھا، ویسے بننے کی کوشش کریں۔

حضرت مدنیؒ سلہٹ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے، وہاں دکانوں کا افتتاح فرمایا جس کی وجہ سے اس بازار کا نام "مولوی بازار" پڑ گیا۔ مولویوں سے فرمایا تم دینے والے ہو، لینے والے نہ ہو۔ وہاں اب بھی بعض علماء کی ملیں ہیں۔ مدراس میں بھی ایسے علماء موجود ہیں۔

بہرحال خلاصہ یہ ہے کہ تسبیح زبانی عبادت ہے، لیکن ذکر ایک نظریاتی ادا ہے، اس میں تفکر بھی ہے، تدبر بھی۔

مفکر اسلام علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب دامت برکاتہم

۵ فروری ۲۰۱۵ء
ٹیکسلا - نجی محفل

- حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کا زمانہ "دورِ اجتہاد" تھا جبکہ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا زمانہ "دورِ اسناد" تھا

- "اذا جاءکم فاسق بنبا" ضعیف حدیث کے بارے میں ہے، البتہ ضعیف حدیث، قوی کے قریب ہوتی ہے (فتبینوا کے بعد) "فردّوا" نہیں فرمایا

- شیعہ لوگ "تحریفِ قرآن" کو کافر نہیں کہتے ہیں "اہلسنت والجماعت" بھی جماعت نہیں حکم شیعہ "گروہ" ہے۔ شیعہ لوگ ہمارے لوگوں میں سے مفسرین، فقہاء اور متکلمین سے خوش نہیں بلکہ محدثین سے خوش ہیں اسلئے کہ وہ جو سنتے ہیں روایت کر دیتے ہیں، وہاں سے شیعہ اپنا موقف ثابت کرتے ہیں

- حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ، حضرت ابو ہریرہؓ کے مقابلے میں قلیل الحدیث تھے۔ غیر مقلدین امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں اعتراض کرتے ہیں کہ وہ قلیل الحدیث تھے اسلئے کہ شوافع نے حدیث کی زیادہ کتابیں لکھی ہیں مشکوٰۃ میں ایک حدیث بھی امام ابو حنیفہؒ کی نہیں۔ صاحب مشکوٰۃ نے لکھا کہ امام صاحب کا علم بہت اونچا ہے اگرچہ روایت میں ان کا نام نہیں

- خطیب لوگوں کے ذہنوں کو پلٹا دیتا ہے۔ بحث کرنے میں تفصیل میں نہ جائیں، مختصر اور "مسکت" جواب دیدیں۔ ایک دفعہ مرزائی سے مناظرہ تھا، میں نے اسے کہا بخاری میں دکھاؤ، اگرچہ میرے پاس اور جواب تھا، لیکن لوگوں کو متاثر کرنے کیلئے میں نے یہ "داؤ" کیا جب وہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے قریب پہنچا تو میں نے پھر کہہ دیا کہ اس میں نہیں تو "فتح الباری" میں دیکھو۔ اس طرح وہ "کھسیانا" ہو گیا

- یہ خوبی حضرت امام ابو حنیفہؒ میں تھی، ان سے ایک ایک مجمع میں علم اچھلتا تھا، اعمال نہ کرنے سے ایمان میں کمی نہ ہونے کی دلیل آپ نے یہ دی کہ عورت "ایام" میں اعمال نہیں کرتی، تو کیا اس کے ایمان میں کمی ہو جاتی ہے؟

تبلیغی اجتماع اسلام آباد ، مخدوم عالم صاحب
۱۹۹۶ء

- "من تشبہ بقوم فھو منھم" جو نماز، روزہ چھوڑے گا، وہ تو صرف گناہگار ہو گا، لیکن جو معاشرت کے طریقے، رہن سہن میں کافروں اور غیروں کے طریقے اختیار کرے گا، وہ امت سے نکال دیا جائے گا۔ اس عمل کو آجکل لوگ معمولی بات سمجھتے ہیں۔

دین، عبادت، معاملات، معاشرت سب کا نام ہے۔ انسانیت جب حیوانیت میں بدل جائے، تو واپسی صرف اسی راستے سے ہوگی، جو اللہ نے بتایا ہے اور وہ راستہ انبیاء کا راستہ ہے اور ان کا طریقہ ہے۔ اب انبیاء نے تو آنا نہیں، وہ ذمہ داری اب آپ پر، یعنی امتِ محمدیہ پر ڈال دی گئی ہے

جناب جانشین امام الہدیٰ ڈاکٹر میاں محمد اجمل قادری صاحب دام ظلہم

۷ اپریل ۱۹۹۹ء ـ غارِ حرا میں جب حضرت جبرئیلؑ حضور انورؐ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا "اقرأ" حضورؐ نے جواب دیا "ما انا بقاری"
ٹیکسلا تو جبرئیلؑ نے آپؐ کو سینے سے لگایا اس طرح نورِ الٰہی آپؐ کے سینے میں منتقل ہوا۔ اس کے بعد دوبارہ جبرئیلؑ نے عرض کی تو حضورؐ نے پڑھ لیا
سورۃ "العلق" میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اقرأ باسم ربک الذی خلق ۔ خلق الانسان من علق ۔ اقرأ وربک الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم
اللہ تعالیٰ نے انسان کو قلم کے ذریعے سب کچھ سکھایا۔ آج انسان دنیا کی ہر چیز جانتا ہے، مگر جو جاننا چاہیے وہ نہیں جانتا۔ اپنی ذات کی پہچان اور یہ کہ کس مقصد کیلئے خدا نے بھیجا ہے۔

آج کل وقت گذرنے کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ گذشتہ عمر کا سوچیں، گذرا ہوا پچاس سال کچھ نہیں لگے گا اور آنے والا ایک سال عیاں لگے گا۔ اور اس زندگی کے بعد بھی ایک زندگی ہے، جو نہ ختم ہونے والی ہے۔ اس کے بارے میں بھی پتہ ہونا چاہیے، تیاری کرنی چاہیے

آج کے دور میں دوزخ کی زندگی ہے حالانکہ فرمایا گیا ہے ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔ گھر کے اندر زندگی اور ہے، گھر کے باہر اور۔ دو چہرے اور منافقت سے اگر ہم باز نہ آئیں گے تو پھر عبرتناک موت کا شکار ہوں گے۔ اس بات کو سمجھیں کہ دنیا میں انسان بہت ادھورا سا ہے۔ یہ ادھورا پن اندر کی منافقت ہے۔

کسی نے حضورؐ سے پوچھا کہ دل کیسے صاف ہوگا۔ فرمایا لکل شیء صقالۃ و صقالۃ القلوب ذکر اللہ۔ ذکر سے فکر کے سانچے بنتے کی فکر ہوگی۔ "ذکر" کو "تذکرہ" بھی کہتے ہیں، یاد دلانے والا۔ جب کوئی زوال آور ترقی خواہ آجائے تو پھر فقر و مسکینی چند دن کا وظیفہ کرکے کوشش کرتا ہے تاکہ ذلت سے بچوں۔ اس لئے انسان خود کو آخرت کیلئے تیار کرے کہ وہاں کے سوال و جواب کے وقت ذلت نہ ہو

اللہ والوں کے ہاں جو اصلاح کا طریقہ ہے وہ اللہ والوں کا اپنا اپنا ہے۔ ترکمان کا بیٹا "حرف" بیٹا ہونے کی وجہ سے ترکمان نہیں بن سکتا اللہ کا نام اور ذکر بھی بغیر سیکھے نہیں آتا، حرف نسبی یا روحانی نسبت کافی نہیں ہوتا۔ حضرت گولڑویؒ کے ہاں جو شیخِ طریقت ہوا وہ خشک کھانا نہ کھاتا ہو، اُسے "تولنا" والا کھانا کھلاتے۔

پہلا عمل آغاز کا ہے یہ سمجھیں سوکھی روٹی اور تسبیح چٹنی۔ ہفتہ وار ذکر سلسلہ دہی وغیرہ بن جائے گا۔

فائدہ اسی میں ہے کہ اپنے بڑوں کی اتباع کرو۔ شیخ طریقت اپنے متوسلین کی تربیت کیلئے نئے نئے طریقے متعارف کرانے کے مجاز ہیں اپنے بڑوں کی سو فیصد اتباع کریں۔ آج ہمارا خانقاہی نظام کا سلسلہ دم توڑ رہا ہے، اسی لئے مسلک اہل سنت بھی کمزور ہو رہا ہے۔

اہل سنت کا مذہب سیکھنا ہے تو اہل اللہ کی صحبت سے سیکھو۔ دین کے ماخذ دو ہیں۔ کتاب اللہ و رجال اللہ۔ سورۃ فاتحہ میں ہے صراط الذین انعمت علیہم۔ انعام یافتہ گروہ کا راستہ۔ اس میں انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین شامل ہیں۔

اولیاء اللہ کی صحبت سے یہ جذبہ پیدا ہو جاتا ہے کہ سب سے توڑ، رب سے جوڑ۔ یہ احساس پیدا ہو تو یہ احساس دل میں جاگزیں ہو جاتا ہے کہ اللہ مجھے دیکھ رہے ہیں، اس سے مرتبہ احسان حاصل ہو جاتا ہے جو مطلوب ہے۔

سلسلہ چشتیہ کا روحانی سبق مراقبہ معیت اور سلسلہ قادریہ کا بارہواں سبق مراقبہ نوری سالک کا آخری سبق ہوتا ہے۔ مراقبہ نوری سے چہار سو اللہ کا نور نظر آتا ہے۔ یہ کامیابی کی پہلی منزل ہوتی ہے۔